17-12-09

Title - MASHAHEER URDU KE KHUTOOT

Creator - Mahesh Parshad.

Publisher - Ray Sahab Ram Dayal Aggarwal (Allahabad)

Date - 1932

Pages - 111

Subjects - Khutoot - Mashaheer.

Letters of Mashahir-i-Urdu

مشاهیر اردو کے خطوط

BY

MAHESH PRASAD, MAULVI FAZIL

Head of Arabic, Persian and Urdu Department.
Hindu University, Benares.

ALLAHABAD.

Rai Sahib RAM DAYAL AGARWALA
PUBLISHER

1932

[*Price As. 8.*

مشاہیرِ اُردو کے خطوط

مولفہٴ

مہیش پرشاد صاحب مولوی فاضل ہیڈ عربی فارسی و اردو ڈپارٹمنٹ

ہندو یونیورسٹی بنارس

پبلشر

رائے صاحب رام دیال اگروالا، الہ آباد

۱۹۳۲ء

قیمت ۸/
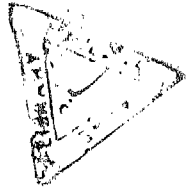
پرنٹر
کے بی اگروالا شانتی پریس الہ آباد
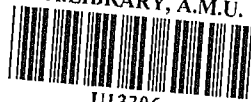
خطوط اور اُن کی اہمیت

(۱)

نوشتۂ جناب مولوی عبدالحق صاحب آنریری سکریٹری انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد دکن

ادب میں سینکڑوں دلکشیاں ہیں۔ اس کی بے شمار رائیں ہیں اور اَن گِنت گھاتیں ہیں لیکن خطوں میں جو جادو ہے (بشرطیکہ خط لکھنا آتا ہو) وہ اس کی کسی ادا میں نہیں، نظم ہو، ناول ہو، ڈراما ہو یا کوئی اور مضمون ہو، غرض ادب کی تمام اصناف میں صنعت گری کرنی پڑتی ہے اور صنعت گری کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے بناوٹ کی باتیں بہت جلد پرانی اور بوسیدہ ہو جاتی ہیں۔ صرف سادگی ہی ایسا حُسن ہے جسے کسی حال اور کسی زمانہ میں زوال نہیں، بشرطیکہ اس میں صداقت ہو اور ہم میں سے کون ہے جس کے دل میں سچ کی چاہ نہیں؟ یہ ہمارے خمیر میں ہے۔ یہ ہماری فطرت کے ساتھ پیدا ہوئی ہے۔ جھوٹا بھی یہ نہیں چاہتا کہ کوئی اس سے جھوٹ بولے۔ یہی وہ فطرتی تقاضا ہے کہ بعض اوقات ہم ایک سادہ سی صداقت کی خاطر دلکش سے دلکش نظم اور دلچسپ سے دلچسپ ناول کو اٹھا کے الگ رکھ دیتے ہیں۔ ہماری ہر تصنیف و تالیف ہماری ہر علمی و ادبی کوشش جو قلم سے نکل کر کاغذ پر آتی ہے غیروں کے لیے ہے اور یہ سمجھ کر لکھتے ہیں کہ غیروں کے

ہاتھوں میں جائے گی اور غیروں کی نظریں اس پر پڑیں گی، اس لیے مصلحت وقت کا بھی خیال ہوتا ہے عبارت آرائی بھی کرنی پڑتی ہے۔ تکلفات بھی برتنے پڑتے ہیں خیال کو صاف صاف لکھنے کی بجائے طرح طرح کے پیرائے اختیار کرنے پڑتے ہیں، لیکن جب انسان اپنے کسی عزیز دوست کو خط لکھتا ہے تو وہاں کوئی غیریت باقی نہیں رہتی بلکہ بسا اوقات دوئی کا پردہ بھی اُٹھ جاتا ہے۔ وہ ہر مسئلہ اور ہر شے کے متعلق جیسا اس کا خیال ہوتا ہے صاف صاف اور سچ سچ لکھ دیتا ہے۔ وہ اپنی رائے میں آزاد ہوتا ہے نہ دوسروں سے چوکتا نہ اپنے آپ کو چھوڑتا ہے اُس وقت نہ اُسے خوف لائم ہوتا ہے اور نہ نکتہ چین کا کھٹکا۔ خطوں کی یہی سادگی اور بے ریائی ہے جو دلوں کو لُبھا لیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ خطوں سے انسان کی سیرت کا جیسا اندازہ ہوتا ہے وہ کسی دوسرے ذریعہ سے نہیں ہو سکتا۔ خطوں میں کاتب مکتوب الیہ سے بلکہ اکثر اوقات اپنے سے آپ باتیں کرنے لگتا ہے جو خیال جس طرح اس کے دل میں ہوتا ہے اُسی طرح قلم سے ٹپک پڑتا ہے۔ نہیں بلکہ وہ اپنا دل کاغذ کے ٹکڑے پر نکال کر رکھ دیتا ہے اور اگر وہ دل ایسا ہو جو سراسر درد سے لبریز ہو جس میں ہمدردیِ بنی نوعِ انسان کوٹ کوٹ کے بھری ہو۔ جو پریم کے رس سے سینچا گیا ہو تو بتاؤ کہ اس دل کی تراوش کیسی ہو گی؟ اگر تم ایسے دل کی زیارت کرنی چاہتے ہو تو آؤ اور دیکھو کہ وہ پاک دل ان خطوں میں لپٹا ہوا ہے۔

(مکتوبات حالی حصۂ اول)

(۲)

نوشتۂ جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی دار المصنفین اعظم گڈھ

صرف ایک ہی شے انسان کی حقیقی شکل وصورت کا آئینہ ہو سکتی ہے اور وہ اس کے ذاتی اور نجی خطوط اور مکاتیب کا ذخیرہ ہے۔ چونکہ لکھنے والے کو یہ کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ اس کے یہ پوشیدہ اعترافات کبھی منظر عام میں آئیں گے پھر بہت ایسے مکتوب الیہ ہوتے ہیں جو اس کے محرم اسرار اور عزیز دوست ہوتے ہیں جن سے کوئی پردہ نہیں رہتا اس لیے وہ نہایت سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنا ہر حال اور خیال بے پس و پیش حوالہ قلم کرتا جاتا ہے اس لیے ہر آئینہ میں انسان ویسا نظر آتا ہے جیسا کہ وہ درحقیقت ہے۔

(مکاتیب شبلی حصہ دوم)

(۳)

نوشتۂ جناب مولوی محمد امین صاحب زبیری مارہروی مہتمم تاریخ ریاست بھوپال

کسی شخص کی تصنیفات اور پبلک تقریروں سے زیادہ اس کے خطوط اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ وہ ہی واقعی جذبات حقیقی خیالات اور اصلی

اخلاق کا آئینہ ہوتے ہیں خصوصاً ان جلیل القدر ہستیوں کی سیرت
اور کیرکٹر کا صحیح اندازہ جن کے شانوں پر قوم کی رہنمائی کا بار ہوتا ہے اور
جو ملک و ملت کی جذبات اور قومی ہمدردی کے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں ان
کی پرائیویٹ لائف اور ان کے خاص احباب و اعزہ کے تعلقات سے کیا جاتا ہے اور
اس اندازہ میں ان کے پرائیویٹ خطوط سے نہایت اہم اور قابل اطمینان امداد حاصل
ہوتی ہے اس کے علاوہ یہ خطوط بجائے خود ایک قابل غور خود نوشتہ
سوانح عمری کا کام بھی دیتے ہیں جو ارباب بصیرت کے لیے ایک قیمتی سبق
اور اس عہد کے تاریخی معلومات اور نتائج کے لیے مستند ذخیرہ ہوتے ہیں

(مکاتیب)

(۴)

نوشتۂ جناب مولوی مرزا محمد عسکری صاحب پنشنر بی اے مترجم تاریخ ادب اُردو

خطوط نویسی دنیا کی اکثر زبانوں میں موجود ہے۔ موجودہ زبانوں
میں علاوہ عربی و فارسی کے لاطینی، انگریزی، فرنچ، جرمن وغیرہ میں
ایسی مستقل کتابیں خطوط و رسائل کی موجود ہیں جن سے مصنف کی
اعلیٰ انشا پردازی کے علاوہ اس کے اخلاق و عادات اور اس کے ماحول
کا بھی پورا پتہ چل جاتا ہے۔ زبان لاطینی میں ہاریس اور سسرو۔ انگریزی
میں ملٹن، بیکن، کوپر، گولڈ اسمتھ، بائرن، لارڈ چسٹر فیلڈ، کوئن وکٹوریہ

وغیرہ۔ فرانسیسی میں والٹیر، ڈیدرو وغیرہ کے خطوط ایسی تصانیف ہیں جو
اُن زبانوں میں نثر کے معرکۃ الآرا، کارنامے سمجھے جاتے ہیں۔

(ادبی خطوط غالب)

(۵)

نوشتۂ جناب مولانا خواجہ الطاف حسین حالی صاحب پانی پتی

انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جیسا اس کے بے تکلفانہ خط کتابت سے ہوسکتا ہے ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہوتا۔ اسی واسطے مکتوب کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب اس کا وجود عنصری خاک میں پنہاں ہوگیا اور اس سے ملنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا اب اس کی ملاقات محض اس کی خط کتابت پر منحصر ہے اور بس۔ پس کسی مصنف کی وفات کے بعد اس کے مکتوبات کا فراہم کرنا درحقیقت اس کی سوانحعمری کا ایک مہتم بالشان حصہ قلمبند کر دینا ہے۔

(مکاتیب امیر مینائی)

عرضداشت مؤلف

یہ امر مسلّمہ ہے کہ اُردو میں اول اول مرزا غالب دہلوی کے ہی اصلی خطوط کتابی صورت میں لائے گئے اور بغایت مقبول خاص و عام ہوئے بعدہٗ دیگر مشاہیر اُردو کے خطوط شائع ہوئے یہاں تک کہ اس وقت درجنوں

مشاہیر کے کم و بیش خطوط شائع ہو چکے ہیں۔
میں نے دیکھا کہ جس طرح مشاہیر اردو کے منتخب مضامین کا مجموعہ درس و تدریس کے حق میں بکار آمد ہے اسی طرح چیدہ چیدہ خطوط بھی کچھ کم سودمند نہیں ہوں گے چنانچہ اسی ناچیز خیال کا ثمرہ ہے کہ بتیس مشاہیر کے خطوط کا مجموعہ تیار کیا گیا ہے جس کی مفصلہ ذیل خصوصیات قابل لحاظ ہیں:۔
(۱) تمام خطوط سرتاپا اصلی ہیں۔ کوئی بھی فرضی نہیں۔ مصنوعی نہیں اور نہ ترجمہ ہی ہے۔
(۲) مختلف اقسام کے ہیں۔
(۳) مختلف واقعات یا امور پر روشنی ڈالتے ہیں۔
(۴) معنی خیز و لطف انگیز ہیں۔
(۵) ہر ایک صاحب مکتوب یا مکاتیب کا مختصر حال درج کیا گیا ہے۔
حسب ضرورت حاشیہ آرائی کی گئی ہے اور تمام خطوط کا نظام اس طور پر قائم کیا گیا ہے کہ پڑھنے پڑھانے اور سمجھنے سمجھانے میں سہولت ہو۔
اب میں ان تمام حضرات کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتا ہوں جن کی کمال عنایات و قابل قدر تالیفات کے باعث یہ مجموعہ تیار ہو سکا ہے اور جنھوں نے میرے استفسارات کے جواب میں نہایت فراخ دلی سے کام لیا ہے۔
میں تسلیم کرتا ہوں کہ بہت سے دیگر مشاہیر کے مکاتیب کو بھی اس مجموعہ میں شامل کرنے کی گنجائش تھی ایسا کرنے پر یقیناً کتاب کی ضخامت بہت زیادہ بڑھ جاتی۔ اس لیے بہت سے مکاتیب عمداً روک لیے گئے ہیں۔

وہ علیحدہ زیر ترتیب ہیں۔ امید کہ ان کے شائع ہونے کی نوبت جلد آوے گی۔

یکم اکتوبر ۱۹۳۲ء

مہیش پرشاد مولوی فاضل

ہیڈ عربی فارسی و اردو ڈیپارٹمنٹ ہندو یونیورسٹی بنارس

مطبوعہ خطوط

جو اس کتاب میں شامل ہیں وہ مفصلہ ذیل مطبوعات سے ماخوذ ہیں:-

۱۔ موعظۂ حسنہ۔ مجموعۂ مکتوبات جناب شمس العلما مولوی نذیر احمد خاں صاحب مرحوم

۲۔ خطوط سرسید۔ مرتبہ جناب سید راس مسعود صاحب نواب مسعود یار جنگ بہادر وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔

۳۔ مکتوبات آزاد مرتبہ جناب آغا محمد طاہر صاحب نبیرۂ حضرت آزاد۔

۴۔ مکتوبات حالی۔ حصہ اول و دوم۔ مولفہ جناب خواجہ سجاد حسین صاحب خلف مولانا حالی مرحوم۔

۵۔ مکاتیب شبلی حصہ اول و دوم۔ مرتبہ جناب سید سلیمان ندوی صاحب۔

۶۔ مکاتیب امیر مینائی مرتبہ جناب مولوی احسن اللہ خاں صاحب ثاقب سابق پروفیسر وکٹوریہ کالج گوالیار۔

۷۔ تاریخ نثر اردو مولفہ جناب حافظ سید علی احسن صاحب احسن مارہروی اردو لیکچرر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔

۸۔ رقعات اکبر ناشر قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور۔

۹۔ مکاتیب اکبر مرتبہ جناب مولوی محبوب علی صاحب ناظم دائرہ ادبیہ لکھنؤ

۹۔ گلدستۂ پنج مولفہ جناب پنڈت کشن پرشاد کول صاحب ممبر سرونٹ آف انڈیا سوسائٹی۔

۱۱۔ مرقع ادب (حصہ اول) مرتبہ جناب منشی صفدر علی صاحب صفدر مرزاپوری

۱۲۔ خمخانہ جاوید۔ حصہ دوم مصنفہ جناب لالہ سری رام صاحب ایم۔ اے۔

۱۳۔ زمانہ کانپور۔ اردو کا مشہور ماہواری مرتبہ جناب منشی دیانراین نگم صاحب بی اے

۱۴۔ مکاتیب نواب محسن الملک سید مہدی علی خاں صاحب و نواب وقار الملک مولوی حاجی مشتاق حسین خاں صاحب مرتبہ جناب مولوی محمد امین زبیری مارہروی صاحب مہتمم ریاست بھوپال۔

۱۵۔ خطوط شبلی مرتبہ جناب مولوی محمد امین زبیری مارہروی صاحب مہتمم تاریخ ریاست بھوپال و جناب منشی سید محمد یوسف صاحب قیصر بھوپالی۔

خطوط غیر مطبوعہ

جو اس کتاب میں داخل ہیں وہ مفصلہ ذیل حضرات کے ہیں:-

۱۔ مولانا حکیم جناب سید عبدالحئی صاحب مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ مصنف گل رعنا وغیرہ۔

۲۔ عالی جناب ڈاکٹر سر سید احمد خاں صاحب بانی علیگڈھ کالج حال مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔

۳۔ خاں بہادر جناب مولوی محمد علی صاحب المعروف بہ شاد عظیم آبادی

۴۔ شمس العلما خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی

۵۔ لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی صاحب

فہرست مکتوبات

صفحہ	مضمون	نمبر شمار

مشاہیرِ اُردو کے خطوط

۱- جناب مولوی عبدالحیٔ صاحب کے خطوط

پیدائش رائے بریلی ۱۸۶۹ء　　　　وفات لکھنؤ ۱۹۲۳ء

مولانا حکیم جناب سید عبدالحیٔ صاحب کا پیشہ اگرچہ طبابت تھا تاہم آپ ایک زبردست علم دوست و اہل قلم تھے۔ گل رعنا و آپ کی چند دیگر عمدہ تصانیف مثل جنت المشرق و نزہت الخواطر (عربی میں) کافی مقبول خاص و عام ہیں۔ آپ نے اپنے فرزند ارجمند کو بعض ضرورتوں پر جو قابل قدر خطوط تحریر کئے ہیں وہ تمام نوجوانان وطن کے لیے نہایت کارآمد ہیں۔ م۔پ۔

(۱) بنام خلف الرشید ڈاکٹر و حکیم مولوی سید عبدالعلی صاحب

جان پدر! میں روز قصد کرتا تھا کہ تم کو خط لکھوں مگر گرمی کی ایسی شدت تھی کہ میں ہر وقت بدحواس رہتا تھا اور باوجود ارادہ کے تم کو خط نہ بھیج سکا۔ رات بارش ہوئی اگرچہ زیادہ نہیں ہوئی مگر اس سے تسکین ہوئی اور حواس برجا ہوئے تمہاری فرمائشیں ظہیر لیکر آئیں گے۔ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں ہسوہ[1] آؤں اور تم کو

---

[1] ضلع فتحپور (یوپی) میں ایک مشہور قصبہ ہے۔ مکتوب الیہ و نیز کاتب موصوف دونوں کا ننہال وہاں ہے۔ م۔پ

دیکھکر دل خوش کروں مگر کیا کروں موقع نہیں ملتا جس وقت موقع ملا ضرور آونگا۔ پھوپھی صاحبہ اور خالہ صاحبہ دام ظلہما کی خدمت میں آداب کے بعد اسی مضمون کو عرض کردو۔

عبدالحیٔ
۲؍جولائی ۱۹۰۲ء

(۳) ایضاً

جان پدر! میں نے سنا ہے کہ قرآن پاک تمہارا ختم ہوگیا۔ الحمدللہ اس سے زیادہ خوشی کس بات سے ہوسکتی ہے۔ یہ بھی سُنا ہے کہ تم نے میزان[1] شروع کی ہے۔ تمہارے اس شوق و رغبت سے طبیعت خوش ہوئی۔ خدا نظر بد سے بچائے۔ مگر ابھی میزان پڑھنے کا وقت نہیں آیا۔ اس میں وقت زیادہ صرف ہوگا اور کچھ آئیگا نہیں۔ تم فوراً میزان چھوڑدو اور بجائے اس کے اصول فارسی شروع کرو نسخہ اس کو بھیجتا ہوں۔ صبح کو پہلے تلاوت قرآن شریف کی مکتب میں جاکر کرو۔ رُبع سے کم نہ ہو۔ اس کے بعد اصول فارسی پڑھو اور دوسرے وقت فارسی کی دوسری۔ اور برابر لکھتے رہو کہ کس قدر ہوئی۔ اصول فارسی کو سمجھکر پڑھنا اور زبانی یاد کرنا۔ علاوہ اسکے اپنا خط درست کرو اور فارسی رقعے لکھو۔ ان سب باتوں میں ایسی محنت کرو کہ ان سے جلد فراغت ہو جائے۔ پھر عربی شروع کرائی جائیگی،

---

[1] عربی صرف کا ابتدائی رسالہ ہے۔ م۔ پ

اور حساب سیکھنے میں محنت کرو۔ اب تک تم نے نہیں لکھا کہ حساب میں کون قاعدہ سیکھتے ہو۔ ظہیر نے اگر روپیہ دیدیے ہوں تو جو روپیہ میں نے بھیجا ہے اس میں سے اُن کو دیدینا۔ مجھکو افسوس ہے کہ میں نہیں آسکا۔ ہفتۂ آیندہ میں ہمارے ہاں جلسہ ہوگا اس وجہ سے مجبور رہا۔

عبدالحیٔ
۱۵؍جولائی ۱۹۰۲ء

(۳) ایضاً

نورِ چشم من! افسوس ہے کہ عرصے سے میں تمکو خط نہیں لکھ سکا اور شاید تم نے بھی اسی وجہ سے لکھنا چھوڑ دیا۔ تمہارے خط نہ آنے سے مجھکو تعلق خاطر تھا۔ آج حافظ عبدالحق سے تمہاری خیر و عافیت دریافت کرکے خوشی ہوئی "الحمد للہ علیٰ ذلک" ان شاء اللہ عید الضحیٰ کو میں آؤنگا۔ اصول فارسی کتنی پڑھ چکے اور دوسری کتاب اب کتنی باقی ہے؟ مولوی عبدالحکیم صاحب حج کو چلے گئے۔ اب کس سے پڑھتے ہو؟ اگر پھوپھی صاحبہ کی مرضی ہو تو میں عید الضحیٰ کے بعد تمھیں لکھنؤ لیتا آؤں جب مولوی عبدالحکیم صاحب آجائیں تو پھر چلے جانا۔ برادر صاحب قبلہ کی خدمت میں اور گھر میں سب کو آداب و سلام پہونچے بابو نظام الدین صاحب نے امرت سر سے تمکو دعا لکھا ہے۔

عبدالحیٔ
۹؍فروری ۱۹۰۳ء

(۴) ایضاً

نورچشم من! خدا کے فضل سے اب اچھا ہوں کوئی شکایت اب باقی نہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ تم کو اپنے حفظ و جناب میں رکھے۔ اپنے پڑھنے کا حال لکھو۔ عرصہ سے تم نے یہ نہیں لکھا کہ حساب میں اب کیا سیکھتے ہو؟

گھر میں سب کو اداب وسلام و دعا خصوصاً پھوپھی صاحبہ و ممانی صاحبہ و جناب برادر صاحب مخدومی دام مجدکم کی خدمت میں بصد نیاز پہونچے۔

عبدالحیٔ از لکھنؤ

۳؍صفر ۲۱ھ

(۲؍مئی ۱۹۰۳ء)

(۵) ایضاً

جان پدر! میرا ارادہ تھا کہ عید ہسوہ میں کروں مگر قربِ سفر کی وجہ سے اور نیز جناب والد ماجد دام ظلہ کے اصرار وطلب سے بریلی[1] میں ہی کی اور ۴؍شوال کو ۶ بجے صبح کی ڈاک گاڑی پر مدراس روانہ ہوا۔ میرا ارادہ تھا کہ تم کو بھی اپنے ساتھ لے چلوں مگر معلوم ہوا کہ مدراس میں گرمی بہت پڑتی ہے اور چار شب و روز میں ڈاک گاڑی پر سفر طے ہو سکتا ہے۔ مجھکو آج تیسرا دن ہے برابر ریل پر بیٹھا ہوا ہوں اور باوجودیکہ یہ سفر سیکنڈ کلاس میں ہو رہا ہے مگر شب کو

---

[1] کاتب نے بنظر اختصار رائے بریلی کو بریلی لکھا ہے اور یہاں دراصل تکیہ نامی مقام مراد ہے جو جناب کاتب ممدوح کا وطن مالوف ہے اور رائے بریلی شہر کے متصل ہی ہے۔ م۔پ

سونے کی نوبت نہیں آتی۔ تم آتے تو اس تکلیف کو برداشت نہ کر سکتے علاوہ اس کے سو روپیہ کرایہ آمد رفت کا ہے میرے ساتھ تم اسی درجے میں سفر کرتے جس میں کر رہا ہوں تو پچاس روپیہ تمہارے کرایہ میں صرف ہوتا جو بے ضرورت ہوتا۔ میں چلتے چلتے تمہارے خط کا منتظر رہا۔ میں اس بات کو معلوم کرنا چاہتا تھا کہ شیروانی تم کو پسند آئی یا نہیں اور جوتا ٹھیک ہوا یا نہیں۔ اگر کوئی چیز تمہارے قابل ملی تو لاؤنگا۔ غالباً پرسوں صبح کو مدراس پہنچونگا۔ اسوقت نظام حیدر آباد کی عملداری سے گذر رہا ہوں اور آج صبح کو گلبرگہ میں کچھ دیر گاڑی رکی تھی۔ اور میں نے خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز[1] کے مرقد کی زیارت کی اور فاتحہ پڑھا۔ خط بھیجنا تو بند لفافے میں بھیجنا۔

فقط
عبدالحیٔ از اسٹیشن رائے چور
۲۷ر دسمبر ۱۹۰۳ء

(۶) ایضاً

نورچشم عبدالعلی سلمہ۔ تمہارا خط آیا خوشی ہوئی۔ اس مرتبہ تم نے بہت دیر میں خط بھیجا۔ میں اچھا ہوں اور تمہاری کامیابی اور عمر و اقبال و علم و عمل کے لیے دعا کرتا ہوں۔ تمہاری تعلیم کے متعلق جو میں نے لکھا ہے اس پر رائے بریلی جا کر عمل کرنا۔ پیارے! اب

[1] اپنے وقت کے زبردست شیخ تھے ۸۲۲ھ میں آپنے عالم جاودانی کی راہ لی تھی۔ م۔ ق

تمھاری مکتبی تعلیم کا وقت گذر گیا ہے۔ اب تمھیں طالب علمانہ طریقہ پر پڑھنا چاہیے۔

اگر تم نے والد[۵۱] ماجد دام ظلہ سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھایا تو تم سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس زمانہ میں فارسی اُٹھتی جاتی ہے اور میرے نزدیک وہ بہت ضروری چیز ہے اور خدا کی مہربانی سے تم کو اس کے حاصل کرنے کا عمدہ موقعہ ہے۔ والد ماجد سے بہتر اس کا جاننے والا دور دور تک کوئی نہیں ہے۔ تم اُن کی ایسی اطاعت کرنا کہ وہ تم کو دل سے پڑھائیں۔

واقعات نویسی کی مشق بھی کرنا اور وصلی پر خط کی بھی مشق کرنا باقی عربی وحساب مولوی محمد احسن صاحب سے پڑھنا و سیکھنا۔ بریلی[۵۲] کے لڑکے بڑے کھلنڈرے ہیں۔ تم دل بہلانے کو کھیلنا مگر اتنا نہیں کہ جس سے ہرج ہو۔

جانِ پدر! میرے دل میں اکثر اس کا درد ہوتا ہے کہ تم صبح کو سویرے اُٹھنے کے عادی نہیں ہو۔ ایسا نہ ہو کہ میری طرح تم کو بھی اس بد عادت کا چھوڑنا مشکل پڑ جائے۔ ابھی سے اس عادت کو چھوڑو اور نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں جاکر پڑھا کرو خصوصاً بریلی میں اسکا بہت لحاظ رکھنا۔ وہاں کے لڑکے اس سے بھی جان چراتے

۵۱۔ مولانا سید فخرالدین صاحب ایک جید عالم تھے۔ م۔ پ

۵۲۔ تکیہ (رائے بریلی) کی طرف ہی اشارہ ہے۔ م۔ پ

ہیں تیسری بات یہ ہے کہ بڑوں کا بہت ادب کیا کرو اور ہر
کس و ناکس کو جو ملے سلام کیا کرو مگر اس طرح سے نہیں جیسا کہ
لٹھ مارتے ہیں بلکہ جھک کر ادب سے۔ اس کی بھی عادت تمکو نہیں
اس وجہ سے تمکو لکھنا پڑا۔ تکیہ کے لڑکے قسم کھانے کے بھی عادی ہیں۔
یہ بہت بری عادت ہے۔ تم کبھی بھولے سے بھی قسم نہ کھانا۔ جھوٹ
بولنا اور قسم کھانا برابر ہے۔ کسی کے چڑھانے سے تم چڑھا مت کرو۔
اس کی زبان خراب ہوتی ہے تمہارا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ فرصت
کے وقت بڑوں کے پاس بیٹھنا لڑکوں کے ساتھ مارے مارے
پھرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔

میرے اس خط کو احتیاط سے محفوظ رکھو اور بریلی میں دوسرے
تیسرے روز بکس سے نکال کر دیکھ لیا کرنا، جب بریلی جانا تو
اپنی فارسی کی پہلی کتاب بھی لیتے جانا۔

سید عبدالحیٔ
۱۳/ربیع الاول ۲۲ھ
۱۹۰۴ء

(۷) ایضاً
نورچشم سید عبدالعلی اطالہ اللہ تعالیٰ
بعد دعا کے وافی و کافی کے واضح ہو کہ ایک پارسل کل

رائے بریلی سے تمہاری والدہ نے ریلوے اسٹیشن دیوبند[1] کے پتے سے بھیجا ہے۔ بلٹی اس کی اس خط کے ساتھ میں بھیجتا ہوں۔ اس بلٹی کے ذریعہ سے پارسل اسٹیشن جاکر لے آنا۔

تمہاری والدہ نے کھجوریں اور کباب اور مرچ تلکر تم کو بھیجی ہیں کئی دن تک محنت کر کے سب چیزیں تیار کی ہیں اور ایک روز پارسل بنانے میں صرف کیا ہے ان کو شکریہ کا خط لکھ بھیجو اور رسید ہر چیز کی مفصّل ان کو اور بالاجمال مجھکو لکھ بھیجو۔

محصول ادا کر دیا گیا ہے سب چیزیں تم دونوں[2] مل جل کر کھانا۔

مجھکو رویا میں یہ معلوم ہوا ہے کہ تم کو کچھ تکلیف ہے اور شاید مکان خاطرخواہ نہیں ہے لہذا مجھکو مفصّل لکھو کہ مدرسہ کے بورڈنگ میں تمہارے رہنے کا مکان کیسا ہے ہوادار ہے یا نہیں۔ دھوپ وہاں آتی ہے یا نہیں۔ مکان کے سامنے کچھ صحن بھی ہے یا نہیں۔ تم کو کس بات کی تکلیف ہے؟

کھانے کا انتظام معقول ہے یا نہیں۔ جو مکان تمکو ملا ہے اس میں تمہیں دونوں رہتے ہو یا کوئی اور بھی شریک ہے۔

وہاں سردی کیسی پڑتی ہے؟ اساتذہ کا برتاؤ تمہارے ساتھ

---

[1] ضلع سہارن پور میں ایک مشہور قصبہ ہے جہاں وسیع پیمانے پر ایک مدرسۃ العلوم ہے۔ مکتوب الیہ وہاں بغرض تحصیل علم گیا تھا۔ م۔ پ

[2] مراد مکتوب الیہ و ان کے ایک اور عزیز جو اُس کے ہمراہ گئے تھے۔ م۔ پ

کیسا ہے؟ اوقات فرصت میں مولانا محمود حسن صاحب و مفتی عزیز الرحمٰن صاحب وغیرہ کی صحبت میں بیٹھا کرو اور اُن کے اخلاق کا مطالعہ کرو۔ ٭٭

عبدالحیٔ

۲۰ ستمبر ۱۹۱۱ء

۳۔ مولانا نذیر احمد صاحب کے خطوط

پیدائش ضلع بجنور ۱۸۳۶ء — وفات دہلی ۱۹۱۲ء

شمس العلما خان بہادر حافظ جناب ڈپٹی نذیر احمد صاحب اپنی عمر میں مختلف ذمہ دار عہدوں پر ممتاز رہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ جو علمی و ادبی خدمت آپ کر گئے اُس سے مولانا کی زبردست شخصیت کا پتہ چلتا ہے اور یہ امر پایہ ثبوت کو پہونچتا ہے کہ ان کی انشا پردازی نے اُردو اسلوب بیان میں ایک نیا دبستان قائم کر دیا ہے۔

مولانا کی گرانمایہ تصنیفات میں پند و نصایح کا جو اہم عنصر ہے وہ اُنکے مکتوبات کچھ کم نہیں ہے چنانچہ وہ مراسلات جو بیشتر ان کے اکلوتے صاحبزادے میاں بشیر الدین صاحب

٭٭ جناب حکیم صاحب کے یہ تمام خطوط ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔ انکے لیے میں اپنے استاذی المکرم جناب سید محمد طلحہ صاحب ایم۔ اے کا نہایت مشکور ہوں جن کی کمال مہربانی سے جناب حکیم صاحب کے فرزندان ارجمند جناب ڈاکٹر و حکیم سید عبدالعلی صاحب بی، ایس، سی، ایم، بی (حال مقیم بازار جھاؤلال لکھنؤ) و مولوی سید ابوالحسن صاحب فاضل ادب نے ازراہ عنایت مجھ ناچیز کو اشاعت کے لیے اپنے والد ماجد کے گرانمایہ مکاتیب کے علاوہ عالیجناب سر سید احمد صاحب و حضرت جناب شاد عظیم آبادی کے بھی غیر مطبوعہ خطوط عطا کیے۔ م۔ پ

کے نام ہیں وہ عملی طور پر جس حد تک پُر تاثیر ثابت ہوئے ہیں اُسکا اندازہ بہت کچھ اسی بات سے لگ جاتا ہے کہ اُن کے صاحبزادے صاحب ایک نیک نفس اور اچھے خاصے صاحب تصنیف ہوئے تھے۔ م۔ پ

۷ (۱) اکلوتے بیٹے میاں بشیر الدین احمد صاحب (مرحوم) کے نام

جس وقت سے میں آیا تھا تمہارا اسباب جمع کرنے کی فکر میں تھا۔ چنانچہ اس وقت اسباب صندوق میں بند کر کے اوپر سے ٹاٹ مڑھ کر بکسمر روانہ کرتا ہوں وہاں سے ریل پر روانہ ہو جائیگا۔ اس ایک صندوق میں اتنی کتابیں ہیں کہ اگر آدمی نظر تحقیق سے اُن پر عبور حاصل کرے تو عالم ہو جائے۔ مگر رکھ چھوڑنے کو تو کتاب اور پتھر برابر ہو جائے کَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ؎

چارپائے بر و کتابے چند[1]

مقدم جماعت کی پڑھائی ہے اس کے یاد کرنے سے جو وقت بچے اس میں دوسرا کام کرنا چاہیے اس قدر بوجھ اپنے اوپر مت بڑھاؤ کہ جماعت میں پرے رہو کیونکہ ہم سبقوں میں پیچھے رہنا بڑی بے عزتی کی بات ہے۔ بڑا انتظام اسکا ہے کہ کسی طرح انگریزی بول چال اور عبارت[2] انگریزی کے لکھنے میں یعنی انگریزی کمپوزیشن میں

---

[1] جیسے گدھے کا حال جس پر کتابیں لدی ہوں۔ م۔ پ

[2] عبارت آرائی۔ مضمون نویسی۔ م۔ پ

ترقی ہو سو امید ہے کہ اِس کے لیے تم نے تدبیر مناسب کر لی
ہو گی۔ اگر وقت کو انتظام سے صرف کرو اور معمول باندھ کر ہر
کام وقت پر کرتے رہو تو با فراغت جماعت کی پڑھائی بھی بخوبی
یاد کر لو گے اور پھر بھی اتنا وقت بچے گا کہ اُس میں انگریزی کو
بڑھاؤ عربی پڑھو اور اونچے کلاس میں جانے کا حوصلہ کرو لیتھبرج[1]
کی شرح یعنی کی[2] میرے نزدیک فائدہ مند چیز ہے خرید کر لینا
بشرطیکہ ہر سبق کی شرح دیکھو اور سمجھو۔ میں تم کو عام اجازت دیتا
ہوں کہ تحصیل علم و استعداد کے لیے صرف زر میں مطلق تامل
مت کرو۔ اُس خرچ کو خوشی سے ادا کرونگا۔ صفائی سے رہو مگر
زینت جو تمہید بد وضعی و آوارگی ہے خبردار مت اختیار کرو
شاید تم کو چغے کی ضرورت پڑے اس واسطے کہ کالج کی وردی عمامہ
چغہ ہے تو جاڑے اور گرمی کے بنوا لینا مگر ڈھیلے عربی جیسے میں
پہنتا ہوں۔ اس گئے گذرے وقت میں بھی دہلی میں سب کچھ ہے
خدا شوق اور طلب صادق دے۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ آدمی
جس شہر میں رہے وہاں کے طبیب اور کوتوال سے دوستی پیدا کرے
تم بھی اس بات کا خیال رکھو۔

۸ر جنوری ۱۸۸۸ء مطابق عید الفطر
مقام سکندر پور[3]۔ (مواعظ حسنہ)

---

[1] مراد مجموعہ منتخبات از جناب لتھبرج صاحب [2] Key یعنی کنجی۔ کلید۔ مفتاح۔ م۔ ب
[3] ممالک متحدہ کے ضلع اعظم گڑھ میں ایک مشہور قصبہ ہے مولانا یہاں بسلسلہ ملازمت تھے۔ م۔ ب

(۲) ایضاً

اسی وقت تمھارا خط مقام سکندرپور خاص میں پہنچا۔ اس میں شک نہیں کہ ابھی تمھارا دل نہیں لگتا ہوگا اور فی الواقع مدرسے کے انتظام کو کوئی شائق آدمی کبھی پسند نہیں کر سکتا، لیکن میں نے تم سے بار بار کہا ہے اور پھر کہتا ہوں کہ تم مدرسے میں صرف اتنے واسطے داخل ہوئے ہو کہ انگریزی زبان میں ترقی کرو۔ اگر تم مدرسہ کی پڑھائی پر بس کرو گے تو بالکل وقت ضایع جائے گا۔ تم باہر اپنا انتظام کرلو۔ اپنے سے بہتر ماسٹر ہو یا طالب علم اس سے مدد لو۔ برخوردار منتؔ اور خوشامد سے دنیا کا کام چلتا ہے۔ اب تم کو معلوم ہوگا کہ دنیا میں بہت تھوڑے آدمی ہیں جن کو تم اپنا دلی خیر خواہ کہہ سکو۔ جو بے انتظامی دہلی کالج میں ہے، وہی اور ویسی ہی دنیا کے سب کالجوں میں ہے اور میں جانتا ہوں کہ علی گڑھ کالج بھی اس سے صاف نہیں ہوگا۔ پڑھائی کم تعطیلیں زیادہ، اُستاد نامہربان، ہم سبق شیطان۔ تم نے مجھ کو ابھی تک اطلاع نہیں کی تم نے کس سے جدید اور مفید تعارف پیدا کیا اور اپنے رات دن کے اوقات کا کیا انتظام قرار دیا۔ باہر کی تحصیل جاری کرو کہ تمھارا دل لگے ایک دن کا بیکار رہنا طالب علم کے حق میں زہر ہے۔ پھر دل کچھ ایسا اُچاٹ ہو جاتا ہے کہ مہینوں طبیعت قابو میں نہیں آتی۔ سیر بازار اور تماشائے عجائب خانہ وغیرہ کو

اپنے اوپر قطعی حرام کرو، ورنہ تم کو آخر کار بہت افسوس کرنا پڑیگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس خط کے پہنچنے تک تمہارا صندوق بھی پہنچ جائیگا اور جب تمہارا سب سامان درست ہو جائیگا اور باہر کے سبق مقرر کرلوگے اور وقت بٹ جائیگا تو کوئی وجہ گھبرانے کی نہ ہوگی۔ میں جائز نہیں رکھتا کہ تم پرنس[1] آف ویلز کے دیکھنے کو لوگوں کے ہجوم میں گھسو۔ ہم غریب آدمیوں کو شاہزادوں سے کیا نسبت! اور ہمیشہ دیکھا ہے کہ لوگ دور سے دیکھ کر اکثر کسی مصاحب کو شاہزادہ فرض کر کے خوش ہو لیتے ہیں اور بالفرض اگر واقعی شاہزادے کو بھی دیکھا تو اس سے فائدہ؟

حال یہ ہے کہ ایک لحظہ طبیعت نہیں لگتی۔ لکھنے پڑھنے [illegible] چاہتا۔ اکیلا اُداس بیٹھا رہتا ہوں اور حیرت میں ہوں کہ اس طرح کی زندگی کیونکر اور کب تک بسر ہوگی۔ خدا کے لیے میرے حال پر رحم کرو یعنی جس غرض سے میں نے اس مصیبت کو اپنے اوپر گوارا کیا ہے اُس مطلب کو فوت مت کرو۔ پڑھو اور محنت کرو اور دنیا میں نام و نمود پیدا کرو۔

۱۱ر جنوری ۱۹۶۲ء سہ شنبہ

(موعظۂ حسنہ)

---

[1] شاہزادہ ولیعہد انگلستان۔ م۔پ

(۳) ایضاً

اجی حضرت! انگریزی میرے نزدیک گرتی جاتی ہے کچھ تمکو اسکی
پرواہ ہے یا نہیں فارسی ہو چکی عربی تری الف لیلہ سے کیا ہوتا
ہے .... نے ایسی بالیاں کس لیے بنوائیں جن کو کان برداشت
نہیں کر سکتے کیا یہ کہاوت ان کے کانوں تک نہیں پہنچی بھٹ
پڑے (بھاڑ میں جائے) وہ سونا جس سے ٹوٹے کان۔ عورتوں
کے زیوروں میں ہاتھ پاؤں گلے کے زیور سب پسندیدہ ہیں۔
زینت ہے رحمت اور کان ناک میں سوراخ کرنا زمانہ جاہلیت
کی ایک رسم ہے کہ چلی آتی ہے۔

میاں بشیر! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امسال گرمی زیادہ سخت
پڑے گی کوئی ہلکی سی تبرید پیا کرو۔ پانی میں تھوڑا کیوڑہ بڑی تفریح
کا باعث ہے۔ بافراط محرک نزلہ۔ ان اطراف میں آب و ہوا
اچھی نہیں چیچک۔ تپ بلکہ ہیضہ بھی ہے غازی پور، فیض آباد
میں زیادہ شورش سنی جاتی ہے۔ اعتدال کے ساتھ آسائش جسمانی
کا حاصل کرنا ضروریات سے ہے۔ خصوصاً گرمی اور برسات کے
دو موسم ردی ہوتے ہیں۔ احتیاط رکھنی چاہیے۔

۱۳/اپریل ۱۹۳۰ء

(موعظہ حسنہ)

(۴) ایضاً

ایک دوست نے مجھ کو انگریزی میں ترقی کرنے کی یہ تدبیر بتائی تھی کہ اخبار سے چھوٹے چھوٹے مضامین کو مثلاً آٹھ آٹھ دس دس سطر پڑھ لیے اور پھر اُنھیں مضامین کو آپ انگریزی میں لکھکر اخبار سے مقابلہ کیا اور جہاں اختلاف ہوا، اُس کو غور سے دیکھ بھال لیا اور بہ تدریج مشق کو بڑھاتے گئے۔ مجھ کو اس تدبیر کے تجربہ کرنے کی تو فرصت نہیں ملی مگر عقل چاہتی ہے کہ بے شک مفید ہو گی، تم سے ہو سکے تو کر کے دیکھو۔

(موعظۂ حسنہ)

(۵) ایضاً

تمھارے کان بھی اس مصرعہ سے ضرور آشنا ہوں گے ؂
"خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد"

طول اور وضع اور تعداد انامل کے اختلاف سے انگلیوں کو اعانت اور استعانت کا عمدہ موقع دیا گیا ہے یعنی انگلیوں کے اختلاف حالت نے ہاتھ کو زیادہ قوی اور بکار آمد بنا رکھا ہے۔ مگر اس اختلاف کی بھی ایک حد ہے معین جس میں افراط و تفریط کی گنجائش نہیں۔ یہی حال ہے ایک خاندان کے لوگوں کا، اگر اُن کی حالتیں ایک اندازہ مناسب تک متفاوت ہیں تو یہ اختلاف منفرداً اُن کے اور مجتمعاً سارے خاندان کے حق میں مفید ہو گا۔ لیکن فرض کرو کہ کسی کے ہاتھ

کی ایک اُنگلی بے موقع بڑھ کر گز بھر کی ہو جائے تو وہ لمبوتری انگلی عذاب ہو گی اپنے حق میں اور دوسری اُنگلیوں کے حق میں، اور سارے ہاتھ کے حق میں نموّاں کے اعتبار سے اپنے خاندان کے ہاتھ میں وہ لمبوتری اُنگلی میں ہوں، نہ آپ خوش رہ سکتا ہوں نہ اوروں کو خوش رکھ سکتا ہوں۔

(موعظۂ حسنہ)

(۱۶) میاں سُبحان بخش صاحب کے نام

جب کہ میاں بشیر الدین احمد شیر خوار تھے، اس وقت میاں سبحان بخش کی عمر سات آٹھ سال تھی۔ اوّل اوّل یہ میاں بشیر الدین احمد صاحب کو کھلانے کی غرض سے ملازم ہوئے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ جب پڑھ لکھ کر یہ ایک اچھے خاصے مولوی ہو گئے تو میاں بشیر کی تعلیم و تربیت میں بھی انھوں نے ہاتھ بٹایا تھا۔ م۔ پ

میاں سبحان بخش!

وعلیکم السلام۔ الحمد للہ علی العافیہ۔ مجھ کو امید ہے کہ تم خوشدلی کے ساتھ رہو گے اور اگر تمھاری مدد سے میاں بشیر علم حاصل کریں تو یہ ایک ایسا احسان مجھ پر کرو گے جس کی تلافی سوائے شکر گذاری میرے پاس کچھ نہیں، علم شئے بہ از جہل شئے، اگر بہلا بہلا کر بشیر کو فارسی پڑھائی تو وہ بھی خالی از شفقت نہیں۔ بشیر کے عادات و اخلاق کی زیادہ نگرانی رکھو کیونکہ دنیا اور دین دونوں کی درستی عادات کی درستی پر موقوف ہے۔ (موعظۂ حسنہ)

(۷) جناب مسٹر ریڈ صاحب کے نام

یہ وہ نیک دل انگریز تھا جس کی ماتحتی میں مولانا کے تقریباً پانچ سال مختلف حیثیتوں سے بہت اچھی طرح گذرے تھے۔ م۔ پ

جناب عالی!

میں اپنے دوسرے خطوط میں انشاء اللہ آپ پر ثابت کر دونگا کہ میں نے اپنی انگریزی کو جیسی ٹوٹی پھوٹی اعظم گڈھ میں تھی ابتک بھلایا نہیں مگر چونکہ ابتدائے مفارقت سے جس کو چوتھا برس ہے یہ میرا پہلا عریضہ ہے میں چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات کو اپنی زبان سے ادا کروں۔

بشیر نے آپ کی چٹھی کی نقل دلّی سے میرے پاس دورے میں بھیجی اور اس کے پڑھنے سے وہ پانچ برس آنکھوں میں پھرنے لگے جو آپ کے سایۂ عاطفت میں نہایت خوشی اور اطمینان کے ساتھ اعظم گڈھ میں گذرے۔ اگرچہ مفارقت کو بہت دن ہوئے مگر آپ کی مہربانیاں نہ بھولی ہیں نہ بھولیں گی۔

میرا حال اس ملک میں اُس شخص کا سا ہے جو کبھی ناؤ پر نہ بیٹھا ہو اور دفعتہً اُس کو طوفان خیز سمندر میں بادبانی جہاز پر بیٹھکر سفر کرنا پڑے۔ بشیر کا یہ کہنا کہ میں نے ایک ملک کا رہنا ٹھان لیا ہے صرف اس قدر صحیح ہے کہ اُنھوں نے مجھ کو بھی ایسا کہتے سنا ہوگا۔

مگر یہاں کے حالات کو خود ثبات و قیام نہیں اور اس حالت
میں کوئی رائے جم نہیں سکتی تاہم اس میں شک نہیں کہ اب
میری طبیعت مطلقاً نوکری سے گریز کرتی ہے۔ مجھ کو یہاں[1] صدر
تعلقہ داری کی خدمت سپرد ہے جو انگریزی عملداری کی کمشنری
سے بہت ملتی ہوئی ہے۔ تنخواہ وہاں بہت اور اعتبارات یہاں
مجھ کو تنخواہ بارہ سو ملتے ہیں اور یہ تعلق بندوبست مدامی بھتا
ماالعہ۔ یہاں کا روپیہ تین آنے کے قریب انگریزی روپئے سے
چھوٹا ہے اور چیزوں کا نرخ بھی اکثر گراں۔ اس ملک میں کبھی
پارسی مقتدر رہے ہیں کبھی مدراسی اور ان دنوں ہندیوں کا
دور دورہ ہے۔ مگر اس ملک کے لوگ صرف حسد کی وجہ سے
ہم لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں۔

انتظام کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ذات نظام کو اس ملک میں
حضور یا بندگان عالی سے تعبیر کرتے ہیں اور لفظ حضور، جو وہاں
تعظیماً بولا جاتا ہے اس کا مرادف یہاں لفظ تقصیر ہے۔ حضور کا
سن شریف پندرہ برس کا ہے اور اس وقت تک کہ حضور
امام سلطنت اپنے دست مبارک میں لیں نواب مختار الملک
سر سالار جنگ بہادر اور نواب شمس الامرا امیر کبیر بہادر
ایجنٹ ہیں ان دونوں میں جو باہمی اختلاف ہے وہ آپ اخبار میں

[1] مراد حیدرآباد دکن جہاں سرکاری نوکری سے پنشن لینے کے بعد مولانا بسلسلہ ملازمت گئے تھے۔ م۔ ا

پڑھتے ہوں گے۔ انتظام سلطنت نواب مختار الملک کرتے ہیں۔ بہ استثنائے امورِ عظیمہ جن میں مشاورہ امیر کبیر ضرور ہے۔ ملک بہت وسیع ہے مگر اُس کا ایک بڑا حصّہ جاگیر۔ خود حضور نے جسقدر ملک اپنے واسطے الگ کر لیا ہے وہ صرف خاص کہلاتا ہے جاگیرداروں میں سب سے بڑے جاگیردار امیر کبیر ہیں جن کے خاندان میں حضور کی صاحبزادیاں بیاہی جاتی ہیں۔ اُن کی جاگیر کو لوگ ساٹھ لاکھ روپیہ سال کی بیان کرتے ہیں ان سے اُتر کر اکثر مسلمان اور بعض ہندو اور بہت جاگیردار ہیں۔ صرف خاص اور جاگیرات نکل کر جو ملک بچا وہ دیوانی کہلاتا ہے یعنی متعلق بہ دیوان وزیر۔ فقط۔

(موعظۂ حسنہ)

۳۔ منشی سید محمد سجّاد حسین صاحب کے خطوط

پیدائش کاکوری ۱۸۵۶ء وفات لکھنؤ ۱۹۱۵ء

۱۸۷۷ء میں منشی صاحب نے اودھ پنچ نامی ایک ظریف اخبار لکھنؤ سے نکالا کافی عرصہ تک بہ زور شور کے ساتھ نکلا۔ مگر ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۴ء میں منشی صاحب پر فالج کے متواتر حملے ہوئے اخبار کی زندگی خطرے میں آگئی یہانتک کہ ۱۹۱۲ء تک بمشکل تمام جاری رہا۔ غالباً اسی سال منشی بالمکند گپتا صاحب مرحوم اڈیٹر بھارت متر (ہندی) کلکتہ نے اُردو اخبارات کا تذکرہ لکھا تھا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ذیل کا پہلا خط لکھا گیا تھا۔ م۔پ۔

(۱) بنام منشی بالمکند گپتا صاحب اڈیٹر بھارت متر کلکتہ

مکرمی تسلیم۔

خط پہنچا۔ بہت بجا ہے۔ اودھ پنچ مردہ ہاتھوں سے اسلئے نکلتا ہے کہ کوئی اٹھانے والا نہیں۔ دو ایک سطروں کے سوا نہ ہاتھ سے لکھ سکتا ہوں نہ منہ سے بول سکتا ہوں۔ کچھ نوکر ہمت کرکے نکال دیتے ہیں۔ دس سال سے فالج میں گرفتار لب گور ہوں۔ جب کسی طرف سے اطمینان نہیں تو کیا انتظام ہو سکے۔ اخبار صرف اس لئے نکالتا ہوں کہ جیتے جی مر نہیں سکتا۔ ورنہ اس عارضے کے ہاتھوں۔ ع مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا۔

اودھ پنچ زندہ اخباروں میں نہیں کہ اس کا ذکر ہو۔ ہاں گذشتہ زمانہ میں کچھ تھا۔

(گلدستۂ پنچ)

(۲) بنام جناب حافظ سید علی احسن صاحب احسن مارہروی اردو لکچرر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

مکرمی تسلیم۔ کارڈ جو بھیجا تھا وہ جس کو مشکل سے پڑھا، پہنچا۔

اودھ پنچ کی ایک جلد ۱۹۰۲ء روانہ ہے۔ اس کی قیمت (سے/) اور محصول (۴/) مہینے کے وعدے پر روانہ ہے۔ بعد وعدہ ضرور بھیجد یجیگا۔ ایسا نہ ہو کہ .... صاحب کے روپئے کی طرح کھٹائی میں پڑے

اور عاقبت کی ہنڈی ہو۔ اور ۱۹۰۳ء کی جلد کی قیمت (صہ) روپیہ ہے۔ اور دفتر میں باقی نہیں بتلاش ملے گی بشرط وصول قیمت ممکن ہو سکتی ہے۔

محمد سجاد حسین لکھنؤ
۱۰ فروری ۱۹۰۶ء

(تاریخ نثر اردو)

۴۔ پروفیسر شہباز صاحب (بہاری) کا خط

پروفیسر سید محمد عبدالغفور صاحب ایک خوش فکر شاعر و انشا پرداز تھے آپ اودھ پنچ لکھنؤ کے ایک ممتاز مضمون نگاروں میں تھے۔ آپ کے مکتوب میں جو حلاوت و ظرافت ہے اس سے آپ کے طبیعت کی شگفتگی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ آپ سہسرام (بہار) میں پیدا ہوئے تھے مگر آپ کا انتقال [illegible] ۱۹۰۸ء میں کلکتہ میں ہوا تھا اور وہیں آپ کا مدفن ہے۔ م۔ ب۔

بنام جناب افتخار عالم مارہروی صاحب مصنف حیات النذیر

مکرمی۔ دونوں خط پہنچے۔ پہلا خط جواب طلب نہ تھا اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ دوسرے کا جواب فوراً بلکہ فوراً سے پیشتر عرض کیا جاتا ہے میں ہرگز نہیں چاہتا کہ دربار دہلی کے مزے بغیر دوستوں کے تنہا لوٹوں۔ آپ شوق سے تشریف لایئے اور اپنے دونوں

عزیزوں کو بھی لائیے۔ مگر آنے سے پیشتر کم از کم دو چار روز پہلے مجھے مطلع کیجئے تاکہ میں آپ کی راحت و آرام کا سامان پہلے سے کر رکھوں۔ یہاں مکان ایک کرائے کو میں نے لیا ہے۔ اسمیں وسعت تو کافی ہے مگر وہ سامان جو ایک گھر کو کافی آرام کا ذریعہ بنا سکے ابھی تک بہم نہیں پہنچا۔ آپ اور آپ کے عزیز آئیں تو کافی سے زیادہ سامان لیکر آئیں مکان کا میرا ذمہ۔ اور آئیں تو وقت روانگی بھی مجھے تار دیں کہ میں اسٹیشن پر حاضر رہوں میاں احسن کا آنا بھی احسن ہے۔ میں شاید اُن سے زیادہ انکا مشتاق ہوں۔ آئیں اور دل پر آنکھوں پر احسان کریں۔ والسلام

خاکسار سراپا نیاز شہباز دہلی

۱۰ دسمبر ۱۹۰۳ء

(تاریخ نثر اردو)

۵۔ جناب منشی جوالا پرشاد صاحب برق کا خط

پیدائش سیتاپور [illegible]ء وفات لکھنؤ ۱۹۱۱ء

جناب منشی صاحب نظم و نثر دونوں میں کمال رکھتے تھے سلاست اور شیریں بیانی دونوں باتوں کا نمایاں عنصر آپ کے نظم و نثر دونوں میں ہے۔ م۔ پ

بنام منشی سید محمد سجاد حسین صاحب اڈیٹر اودھ پنچ لکھنؤ

مائی ڈیر سجاد حسین۔ زمانے کی چال کبھی ایک سی نہیں رہی۔ آج کچھ اور ہے کل کچھ اور۔ تغیر اور تبدل کے فطرتی قانون ہیں آئے دن ترمیم و تنسیخ لگی رہتی ہے۔ زمانے کے ساتھ خیالات بھی اپنا رنگ بدلا کرتے ہیں۔ ایک مذاق شاعری ہی کو دیکھئے کہ غیر قرین القیاس اور ناممکن الوقوع مضامین کی ٹیڑھی ترچھی پگڈنڈیوں کو چھوڑ کر فی زمانہ کس ڈھرے پر آ رہا ہے۔ مقفیٰ اور مسجع عبارت اب کانوں کو نہیں بھاتی۔ اہل زبان کے پیارے پیارے اچھوتے روزمرے سن کر جی پھڑک اٹھتا ہے۔ سچی سچی بلا مبالغہ باتیں دل میں کھنچ جاتی ہیں۔ نیچرل شاعری جب قدرتی صناعیوں کا فوٹو کھینچ کر نظر کے سامنے لے آتی ہے تو بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہے۔ ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

ان قدرتی جذبات کا نظم کے پیرایہ میں ادا کرنا شعرائے مغربی کا حصہ ہے علم طبیعات، جر اثقال اور طبقات الارض کو شاعری کی زبان میں ظاہر کرنا انھیں کا حق ہے۔ میں کیا اور میری شاعری کیا۔ نہ عرفی نہ خاقانی پھر کس برتے پر تتا پانی۔

لیکن ہاں زمانے کا رنگ دیکھکر میں نے یہ جرأت کی کہ مغربی خیالات مشرقی مذاق میں ادا کروں کہ سامعین کو ناگوار خاطر نہو اور اس رنگ کی شاعری کی طرف دوسروں کی توجہ بھی منعطف ہو۔ یہ امر کہ میں اپنے ارادہ میں کہاں تک کامیاب ہوا میں نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ یہ بات صرف ناظرین کے مذاق پر منحصر ہے۔ میں سوچتا تھا کہ یہ ناچیز تحفہ[1] جو میری طبیعت کا ایک نیا اور پہلا جوش ہے کس کے نام نامی پر معنون کروں۔ میری نظر میں سوائے آپکے کوئی دوسرا نہ جچا۔ اردو زبان کے مردہ جسم میں پہلے پہل روح آپ ہی نے پھونکی۔ اس زمانے کے لوگوں کے مذاق کی کایا پلٹ آپ ہی نے کی۔ آپ ہی کی مستقل اور با اثر کوششوں نے اودھ پنچ کے مقبول ذریعے سے اردو زبان میں مغربی خیالات کا رنگ پائداری کے ساتھ چڑھایا۔ اس قابل قدر پرچے نے فی الواقع ثابت کر دیا کہ مشرقی و مغربی خیالات باوجود اپنے ذاتی تباین کے نہایت خوبصورتی کے ساتھ ہماری زبان میں ادا ہو سکتے ہیں۔ میں اپنا فخر سمجھونگا اگر آپ اس نظم کو منظور فرما کر اپنے نام سے معنون فرمائیں گے۔

(گلدستۂ پنچ)

---

[1] کاتب کی 'بہار' نامی نظم سے مطلب ہے جو گلدستۂ پنچ (مولفہ جناب پنڈت کشن پرشاد کول صاحب) میں بھی مندرج ہے۔ جناب سر سید احمد صاحب کو یہ نظم (مثنوی) بہت پسند تھی۔ م۔ پ

۶۔ مراسلات ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال صاحب بیرسٹر ایٹ لا لاہور

پیدائش سیالکوٹ ۱۸۷۶ء

جناب شیخ صاحب کی طبیعت جیسی معنی یاب ہے اس کا اظہار ان کی شاعری سے ہوتا ہے۔ مگر ان کے مراسلات سلاست کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور سلیس اردو کے بہترین نمونے ہیں۔ م۔ پ

(۱) بنام جناب حافظ سید علی حسن صاحب احسن مارہروی اردو ٹیچر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

مکرم معظم بندہ میر صاحب۔ السلام علیکم۔ دونوں رسالے پہونچے۔ سبحان اللہ نواب صاحب کی غزل کیا مزے کی ہے۔ افسوس ہے کہ اب تک میں نے آپ کے گلدستے[1] کو کوئی غزل نہیں دی۔ انشاء اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد باقاعدہ ارسال کیا کرونگا۔ ایک تکلیف دیتا ہوں۔ اگر آپ کے پاس استاذی حضرت مرزا داغ کی تصویر ہو تو ارسال فرمائیگا۔ بہت ممنون ہونگا۔ اگر آپ کے پاس نہ ہو تو مطلع فرمائیگا کہ کہاں سے مل سکتی ہے۔ میں نے تمام دنیا کے بڑے بڑے شاعروں کے فوٹو جمع کرنے شروع کئے ہیں چنانچہ انگریزی، جرمن اور فرینچ شعرا کے فوٹوز کے لئے امریکہ لکھا ہے غالباً کسی نہ کسی استاد بھائی کے پاس تو حضرت کا فوٹو ضرور ہوگا

---

[1] مراد ماہواری رسالہ جس کو مکتوب الیہ نے ۱۸۹۶ء میں جاری کیا تھا۔ م۔ پ

اگر آپ کو معلوم ہو تو از راہ عنایت جلد مطلع فرمایئے حضرت امیر
مینائی کے فوٹو کی بھی ضرورت ہے۔ والسلام

خاکسار محمد اقبال از لاہور
گورنمنٹ کالج بورڈنگ ہاؤس [illegible] فروری ۱۸۹۹ء

(تاریخ نشر [illegible])

(۳) بنام نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی صاحب
صدر الصدور امور مذہبی ریاست حیدرآباد دکن

مخدوم و مکرم خاں صاحب! السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ لاہور ہوتا ہوا مجھکو یہاں ملا۔ میں ایک مصیبت میں ہو کر اس وقت لاہور سے ایک ہزار میل کے فاصلے پر برٹش بلوچستان میں ہوں۔ آپ بھی خدا کی جناب میں دعا کریں کہ اسکا انجام اچھا ہو۔ آپ کا خط حفاظت سے صندوق میں بند کر دیا ہے۔ نظر ثانی کے وقت آپ کی تنقیدوں سے فائدہ اُٹھاؤنگا۔ اگر میری ہر نظم کے متعلق آپ اس قسم کا ایک خط لکھدیا کریں تو میں آپ کا نہایت ممنون ہونگا۔ والسلام

آپکا اقبال

[illegible] بلوچستان۔ ۲۵ مئی [illegible]

(تاریخ نشر [illegible])

۷۔ لسان العصر حضرت اکبرآبادی کے مراسلات

پیدائش بارہ ضلع الہ آباد ۱۸۴۶ء وفات۔ الہ آباد ۱۹۲۱ء

خان بہادر جناب سید اکبر حسین صاحب لسان العصر اکبر الہ آبادی ظریفانہ نظم میں عدیم النظیر تھے۔ ان کے خطوط میں اگرچہ اس پایہ کا ظریفانہ انداز نہیں ہے جس پایہ کا نظم میں ہے۔ تاہم حضرت مرحوم کے خطوط میں خاص دلاویزی و ندرت ہے۔

(۱) بنام مولانا حبیب الرحمٰن خانصاحب شروانی نواب صدر یار جنگ صدر الصدور امور مذہبی ریاست حیدرآباد دکن

الہ آباد ۹ مئی

مکرمی!

عشرت سلمہ کا عقد ۳۰ مارچ روز پنجشنبہ پر یاواں[۱] ضلع پرتاب گڈھ میں ہوگا۔ موسم گرم۔ راہ دور اور دشوارگزار ہے۔ دریا عبور کرنا ہے۔ ان حالات پر نظر کرکے شرکت پر اصرار کرنا نامناسب سمجھتا ہوں تاہم بلحاظ اس مہربانی کے جو آپ کو میرے حال پر ہے میرا فرض ہے کہ اطلاع دوں اسٹیشن سرا اٹھو۔ ۳۰ مارچ کی صبح کو چند اعزہ و احباب عشرت میاں کے ساتھ جائینگے۔ یکے اور ہاتھی کی سواری ہوگی شاید کچھ پالکیاں بھی ملیں۔

---

[۱] رائے بریلی و پچا پچامئو کے درمیان میں اب ایک ریلوے اسٹیشن ہے مگر جس وقت یہ مکتوب لکھا گیا تھا یہ لائن تعمیر نہ ہوئی تھی۔ م۔ پ

ہو تو بڑا لطف اگر آپ بھی ہوں۔ میں قائم مقام ڈسٹرکٹ بورڈ ششماہی بنارس پر جا رہا ہوں۔ ناکارہ ہوں مگر مجبور۔

آپکا نیازمند

اکبر (رقعات اکبر)

(۴) بنام جناب محمد عبدالباقی خانصاحب (مرحوم) رئیس و آنریری مجسٹریٹ الٰہ آباد

الہ آباد ۱۳ر فروری ۱۹۱۴ء

عنایت فرمائے من۔ بڑے بڑے خوشنما خربوزوں کا کہاں تک شکر ادا کروں اللہ تعالیٰ آپ کے کھیت کو حکام بندوبست کی نظر سے محفوظ رکھے۔ آپ اپنی نیک دلی اور فیاضی کا پھل پائیں۔ آپ کے دوست اور خدام شیریں کام رہیں۔ آپ کے اسپیچ[1] کی میں نے تعریف سنی۔ دل بہت خوش ہوا۔ کسی کالج میں آپ کو اسپیکنگ[2] نہیں سکھائی گئی۔ یہ خدا داد نعمت ہے۔

دعا گو اکبر حسین

(مرقع ادب حصہ اول)

---

[1] - لیکچر - خطبہ - م - پ

[2] - فن لیکچر بازی - فن خطابت - م - پ

(۳) بنام جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی دارالمصنفین اعظمگڈھ

الہ آباد ۲۵ ۲۵/۴

عزیزی مکرم سلمہ اللہ تعالی

آپ کے اشعار نے جن کے معنی بحر حقیقت میں ڈوبے ہیں مجھ کو آپ کا زیادہ مشتاق کر دیا۔ زندگی ہے جس کا میں زیادہ شائق نہیں ہوں تو کبھی ملنا ہوگا۔ افسوس ہے کہ ہولی میں میں الہ آباد میں نہ ہونگا۔ پر یاواں ضلع پرتابگڈھ میں ہونگا جہاں عشرت سلمہ کی سسرال ہے۔ آپ کب تک اعظمگڈھ میں رہینگے جواب یہیں کے پتے سے لکھئے گا۔

نیازمند اکبر حسین

(رقعات اکبر)

(۴) بنام جناب محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

الہ آباد ۷ نومبر ۱۹۱۱ء

عزیزی و مکرمی سلمہ اللہ تعالی

مدت سے آپ کی خیریت نہیں سنی۔ آج آپ کا ایک خط جس میں آپنے یونیورسٹی کی نسبت میرا خیال دریافت فرمایا تھا ان خطوط میں نظر آیا جن کا جواب لکھنا ہے۔ یاد آتا ہے کہ اس کا جواب لکھ چکا ہوں معلوم نہیں یہ خط

سلہ مکتوب الیہ کی ایک اردو غزل کی نسبت اظہار خیال ہے۔ م۔پ

سکہ مراد مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔

کیوں رکھا رہ گیا۔ شاید اس وقت ذہن میں یہ تھا کہ اس سے[1] کچھ اور لکھونگا۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ اور کیا لکھوں ہاں آپ سے ملاقات ہو تو ایک دلچسپ مکالمہ اس کے متعلق ہو سکتی ہے سید صاحب کا بھی ارادہ تھا کہ علیگڈھ کالج یونیورسٹی ہو جائے وہ ارادہ اب پورا ہوگا۔ میرے ذہن میں یہ چار مصرعے آئے تھے ؎

ابتدا کی جناب سید نے جن کے کالج کا اتنا نام ہوا
انتہا یونیورسٹی پہ ہوئی قوم کا کام اب تمام ہوا

لیکن میری شاعری کا ضعف تھا کہ اس نظم سے کام پورا ہونے کے معنی نہ پیدا ہوئے بلکہ ایک اور پہلو نکل آیا نئی روشنی کی پبلک سے داد ملنے کی امید نہ رہی۔

یونیورسٹی سے پرانی روشنی کی وحشت بھی بجا ہے اور نئی روشنی کا ادھر میلان بھی قانون فطرت کے مطابق ہے۔ پرانی روشنی اپنی مجموعی لیکن خیالی حالت کی شیفتہ ہے نئی روشنی اپنی منفردہ (یعنی ہر شخص بالانفراد) یعنی واقعی حالت کا شائق ہے۔ نیچرتی روشنی کے ساتھ ہے کوئی زبردست طاقت نہیں ہے کہ نیچر کو پرانی روشنی کے مقاصد کا تابع کرکے مجموعی حالت میں لائے۔ آپ کا خیال صحیح ہے کہ پرانے بزرگ لکیر کے فقیر اور ضرورت زمانہ سے بے خبر ہیں بے شک نئی روشنی کا ساتھ نئی دنیا کو دینا چاہیئے ورنہ کس کے ہوکر رہینگے اور کدھر جائیں گے۔ اسی بات پر صبر کرنا چاہیئے کہ نئی روشنی میں گو ہر شخص باخبر ہے لیکن اپنی ہی ضرورت سے۔ الفاظ کچھ ہوں مطلب اپنا ہے ؎

---

[1] آنرایبل جناب سر سید احمد خاں صاحب۔ م۔ پ۔

ولادے ہمکو بھی صاحب سے لالٹی[۵۱] کا پروانہ
قیامت تک رہے سید ترے آنبر[۵۲] کا افسانہ

اگرچہ ظاہر ہے کہ ؎

بہت مشکل ہے نبھنا مشرق و مغرب کا یارانہ
ادھر حالت فقیرانہ اُدھر سامان شاہانہ

لیکن جن کو یارانے کا شوق ہے وہ بھی کہتے ہیں ؎

مبارک شیخ کو نان جویں کے ساتھ یہ قرأت
ہمیں تو دیر میں پرشاد کھانا اور بھجن گانا

بعض لوگ یہ معذرت کرتے ہیں اور اُن کی معذرت کسی قدر بجا ہے ؎

مفر نہیں ہے ہمیں خانقاہ سید سے
قفس میں ہیں تو اس اڈے کو چھوڑ جائیں کہاں

آپ نے اکثر خطوط میں میرے ناچیز اشعار کی تحسین مبالغہ کے ساتھ فرمائی لیکن اس وقت ایک صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ اُن سے بھی آپ نے اس خرافات[۵۳] کی مدح کی اس سبب سے مجھکو نہایت مسرت ہوئی کہ آپ ایسے ذی علم شناسندہ خیالی نقاد سخن تصدیق فرماتے ہیں کہ میں نے وقت ضائع نہیں کیا۔

مجھکو افسوسناک واقعات نے قیدی بنا دیا ہے۔ ورنہ باوجود نادرستی مزاج اکثر سیر و سفر میں بسر کرتا امید کرتا ہوں کہ دسمبر کے دوسرے ہفتہ میں دو چار دن

۵۱۔ خیر خواہی۔ م۔ ب
۵۲۔ عزت۔ احترام۔ م۔ ب۔
۵۳۔ بطریق عجز و انکسار کاتب نے اپنے اشعار کو خرافات کہا ہے۔ م۔ ب۔

لکھنو میں بسر کروں۔ خدا کرے اس ارادہ کو پورا کر سکوں۔ اپنی خیریت سے مطلع فرمائیے۔

نیازمند اکبر حسین

(مکاتیب اکبر)

(۵) ایضاً

الہ آباد ۲۲ر مئی ۱۹۱۳ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ

مدت سے آپ کی خیر و عافیت نہیں سنی۔ معلوم نہیں مجموعۂ مناقب[1] کی اشاعت ہوئی یا نہیں۔ افسوس ہے کہ انتشار طبیعت کے سبب سے میں اسکی نسبت کچھ نہ کہہ سکا اگر کبھی ملنا ہوتا تو آپ سنئے کہ کیا اسباب انتشار طبع کے ہیں۔ ہیچ زندگی اور لوگوں کے اصرار سے مجبور ہو جاتا ہوں ورنہ خیال تو یہ ہے سے

خودکشی کی ہم تمہیں دیتے نہیں اکبر صلاح
لیکن اپنی زندگی دنیا پہ کیوں ظاہر کرو

اسی زمین میں ایک اور شعر قابل غور ہے سے

قابلِ دریافت رازِ ہستیِ پروانہ ہے
کیوں اسے بہ حکم فطرت ہے جلو بخطر لو مرو

ہاشم سلمہ اصرار کرکے بمبئی دیکھنے گئے تھے میں بہ سبب گرمی اور اپنی ناتوانی کے نہ جا سکا لیکن انکا انتظام اور اُن سے مراسلت قائم رکھنے کے لئے الہ آباد میں قیام

---

[1] ۔ مکتوب الیہ کی ایک تصنیف کا نام ہے۔

ضروری تھا۔ ہاشم[1] چوتھے روز بمبئی میں بیمار ہو گئے۔ یہ دانشمندی کی کہ فوراً واپس آئے۔ آتے ہی بیہوش ہو گئے۔ اس وقت سخت چیچک میں مبتلا ہیں۔ غافل پڑے ہیں۔ اللہ شفا دے۔

میں تو اخبار زیادہ نہیں دیکھتا۔ پائنیر[2] پر نظر پڑ جاتی ہے۔ اخبار دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ طوفان بدتمیزی روز افزوں ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہم خود خلاف موسم ہوتے جاتے ہیں۔ میرا ایک مطلع نو تصنیف ہے۔ خدا خیر کرے آپ اتنا جئیں کہ اس کی داد دے سکیں ؎

بوڑھوں کے ساتھ لوگ کہاں تک وفا کریں
لیکن نہ موت آئے تو بوڑھے بھی کیا کریں

اس وقت آپکا یہ مقطع دیکھکر ؎

یاد پھر آئی کوئی صحبت دیرینہ عزیز
مجلس وعظ میں اب آپ کو کم دیکھتے ہیں

آپ کی یاد آگئی اور یہ نیاز نامہ لکھا گیا۔ اپنی خیریت تحریر فرمائیے۔ زندگی ہے تو ستمبر اکتوبر میں موقع ملنے کا ملے گا۔

نیازمند
اکبر حسین

(مکاتیب اکبر)

---

[1] میاں ہاشم کاتب ممدوح کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ افسوس کہ بیماری سے جانبر نہ ہو سکے۔ اور ۵ جون ۱۹۱۳ء کو دنیا سے رحلت کی۔ م۔ پ۔

[2] انگریزی کا ایک روزانہ اخبار ہے جو الہ آباد سے شایع ہوتا ہے۔ م۔ پ

(۶) ایضاً

الہ آباد ۵ مارچ ۱۹۱۴ء

عزیزی وحبیبی سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ نے نہایت صحیح تحریر فرمایا اور میرے اطمینان ومسرت کے لئے یہ بات کافی ہوئی بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ آپ نے اس ترکیب کو ایک مستند مثال قرار دیا جواب لکھنے اور داد دینے میں اسی سبب سے تامل تھا آپ کی بصیرت اور وسیع الخیالی نے آپ کو میری نظروں میں نہایت ممتاز کر رکھا ہے۔ آپ کا باطنی درجہ آپ کے ظاہری پوزیشن[۱] سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ میں نے حال میں دو چار شعر کہے تھے۔ بعض حضرات نے ان کو بہت پسند کیا اور نقلیں لے گئے۔ میرے نزدیک آپ ان کے عامل ہیں وہ دو شعر یہ ہیں ؎

تو وضع پہ اپنی قائم رہ قدرت کی مگر تحقیر نہ کر ۔۔۔ دے پائے نظر کو آزادی خود بینی کو زنجیر نہ کر

گو تیرا عمل محدود رہے اور اپنی ہی حد مقصود رہے ۔۔۔ رکھ ذہن کو ساتھی فطرت کا بند اسیر و تاثیر نہ کر

دو شعر اور ہیں۔

باطن میں ابھر کر ضبط فغاں، لے اپنی نظر سے کار زباں
دل جوش میں لا فریاد نہ کر، تاثیر دکھا، تقریر نہ کر

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر

۱۷ فروری کی شب کو سوء اتفاق سے میری آنکھ جس پر اپریشن[۲] ہوا ہے شدید

---

[۱] حالت۔ کیفیت۔ م۔پ
[۲] چیر پھاڑ۔ م۔پ

چوٹ لگی۔ بہت تکلیف ہوئی، سمجھا کہ آنکھ بالکل جاتی رہی، دس دن تک پٹی بندھی رہی۔ خدا نے بڑا فضل کیا کہ بصارت بدستور رہی اور آنکھ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا لیکن حلقۂ چشم میں ہنوز کبھی کبھی درد محسوس ہوتا ہے۔

آپ سے ملنے کا بہت آرزو مند ہوں ممکن ہوا تو اپریل میں لکھنؤ کا قصد کرونگا۔ امید ہے کہ آپ کا تعلق اسکول سے قائم ہو۔

میں اپنا حال کیا کہوں پیٹ کو کھانا مل جاتا ہے الحمدللہ۔ دل کے لئے دنیا میں کچھ نہیں رہا۔ امید مغفرت کے سوا۔ ایک تازہ شعر اور سناتا ہوں؎

مجلسِ نسواں میں دیکھو عزتِ تعلیم کو
پردہ اٹھا چاہتا ہے علم کی تعظیم کو

نیازمند، اکبر حسین

(مکاتیب اکبر)

(۷) بنام آنریبل سر شیخ عبدالقادر صاحب جج ہائیکورٹ لاہور

الہ آباد ۸ / جنوری ۱۹۲۱ء

مکرمی!

مدت سے آپ سے مراسلت نہیں ہوئی تعجب ہے کہ ہنوز زندہ ہوں کیا آپکو میری جانب سے کسی امر کا انتظار ہے؟ اگر ایسا ہو تو یاد دلایئے۔ مجھکو دل و دماغ پر قابو نہیں، انگریزی حساب سے چھہترواں سال ہے۔

نیازمند قدیم اکبر حسین

(رقعات اکبر)

(۸) بنام جناب پنڈت پدم سنگھ شرما صاحب

جناب پنڈت صاحب ہندی اور سنسکرت کے ایک جیّد عالم تھے مگر اردو و فارسی میں بھی اچھی استعداد رکھتے تھے۔ لسان العصر حضرت اکبرالہ آبادی و خواجہ الطاف حسین حالی صاحب کے ساتھ ان کی خط و کتابت تھی۔ چنانچہ ان کی شفقت بزرگانہ تھی۔ دونوں منشا ہیر محترم کے تمام غیر مطبوعہ مکاتیب کو برائے اشاعت مجھے عطا فرمائے تھے لیکن میں صرف اس خط و نیز خواجہ حالی صاحب کے ایک خط کو ہی اس مجموعہ میں شامل کر رہا ہوں اور بقیہ کو دوسرے موقعہ کے لئے رکھ چھوڑتا ہوں۔ م۔پ

پرتاب گڈھ۔ او۔آر۔آر۔یو۔پی۔ بنگلہ سید عشرت حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر

۱۸ر جون ۱۹۲۱ء

میرے پیارے پنڈت صاحب۔ آپ کی خیریت دریافت کرنے کو میں نے بابو رام داس صاحب کو بنارس خط لکھا آج ابھی انکا جواب آیا اور انہی کے ساتھ آپکا خط بھی آپہونچا۔ مجھکو بڑا تعجب ہوا سچ ہے دل کو دل سے راہ ہے۔ میں تنہائی اور خانہ ویرانی سے گھبرا کر عشرت میاں کے اصرار سے ۲۵ مئی سے یہاں مقیم ہوں آپ کا خط نہیں ملا۔ حصہ[۱] سوم غالباً آخیر جولائی میں شایع ہو جائے۔ بدایوں مطبع تعبیب میں چھپ رہا ہے حصہ اول و دوم کی کاپیاں باقی نہیں ہیں۔ فرمائشیں آرہی ہیں۔ انشاء اللہ جلد ان کے چھپ جانے کا انتظام ہوگا۔ بات یہ ہے کہ میرا دل

---

[۱] مراد کلیات اکبر حصہ سوم۔ م۔پ

نہیں لگتا۔ کام ہو نہیں سکتا۔ منتظر ساعت آخر بیٹھا ہوں۔ ضعف بے حد ہے۔ تشریف تدیم الفرصت ہیں۔ خیر جو کچھ ہو سکے گا کرونگا۔ آپ کی محبت کے مزے لیتا ہوں۔ اپنی خیریت سے مہینے میں دو ایک بار مطلع کیا کیجئے۔ زمانے کا عجیب حال ہو رہا ہے۔

نیازی صاحب تو یہاں ترک موالات میں ہیں
شیخ صاحب کو مناسب کہ عنایت فرما ہیں

اکبر حسین
(غیر مطبوعہ)

شمس العلما خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کے مکتوبات

پیدائش پانی پت ۱۸۳۷ء — وفات پانی پت ۱۹۱۴ء

شمس العلما مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی ہندوستان کے مجدد بیان جدید تصور کئے جاتے ہیں۔ طرز انشا پردازی میں ان کی سنجیدگی و سادگی بہترین نمونہ ہے۔ ان کے خانگی خطوط بھی بیشتر ایسے ہی ہیں۔ م۔ چ۔

(۱) بنام جناب خواجہ سجاد حسین صاحب*

برخوردار۔ آج تمہارا خط مدت کے بعد پہنچا۔ اس سے پہلے کوئی خط یا کارڈ یہاں نہیں پہنچا۔ اگر تعطیل میں یہاں آ سکتے ہو تو آ جاؤ۔ ورنہ ایک درخواست ڈائرکٹر صاحب

---

* جناب خواجہ سجاد حسین صاحب مولانا حالی کے صاحبزادے تھے۔ پنجاب میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس تھے۔ م۔ چ۔

کو ضرور بھیجدو اور یہی عذر لکھو کہ مقابلہ کے لئے کچھ تیاری ڈسٹرکٹ انسپکٹری میں نہیں ہوسکتی۔ نانو خاں کو اسی لئے ٹھہرا لیا گیا ہے کہ شاید تم یہاں آجاؤ۔ اب جس وقت تم لکھو گے اس وقت اسکو روانہ کیا جائیگا۔ زیادہ دعا

الطاف حسین از لاہور ایچیسن کالج ۶ مارچ ۱۸۸۶ء

(مکتوبات حالی حصۂ دوم)

(۳) بنام اہلیہ خواجہ سجاد حسین

برخورداری۔ آج برخوردار حامد علی کا خط حصار سے آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری پھپھی کی طبیعت علیل ہوگئی تھی۔ اس بات کے دریافت ہونے سے سب کو نہایت پریشانی ہوئی ہے چاہیئے کہ اُن کے مزاج کی کیفیت جلد لکھ بھیجو اور اگر اُن کا ارادہ آنیکا ہو تو یہاں سے اُن کے لینے کو کوئی آجائے۔ بھائی محمد علی صاحب کی طبیعت پہلے کی نسبت کسی قدر اچھی ہے مگر بالکل اطمینان کے لائق نہیں ہے کمزور بہت ہوگئے ہیں۔ ہچکی اور مروڑا ابھی تک باقی ہے۔ دست کبھی زیادہ آجاتے ہیں کبھی کم۔ مجھے کھانسی زکام اور کبھی کبھی حرارت بخار کی بھی رہتی ہے، مگر اور ہر طرح سے اچھا ہوں جس وقت برخوردار سجاد حسین دورہ پر سے آجائیں تو فوراً یہاں اطلاع دینی چاہیئے۔ سب چھوٹے بڑوں کو دعا و سلام۔

الطاف حسین از پانی پت۔ ۱۵ نومبر ۱۸۹۵ء

(مکتوبات حالی حصۂ دوم)

(۳۱) بنام خواجہ تصدق حسین صاحب (مرحوم)

برخوردار سعادت آثار طال عمرہ۔ بعد دعا کے واضح ہو۔ خط مسرت نمط پہنچا۔ برخوردار...... کے باب میں جو کچھ لکھا ہے اگرچہ اس کے لکھنے کی کچھ ضرورت نہ تھی کیونکہ مجھ سے زیادہ اسکا خیال کسی کو نہیں ہو سکتا لیکن چونکہ اس سے تمہاری کمال درجہ کی لیاقت۔ دلسوزی اور برادرانہ ہمدردی ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے مجھ کو اس کے پڑھنے سے نہایت مسرت حاصل ہوئی۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر کسی قسم کی بھلائی کرنی میرے اختیار میں ہو تو میں اسوقت ...... سے بڑھ کر کسی کی اعانت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اس بات کی بھی مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے کہ وہ اپنی قدیم عادتیں چھوڑیں یا نہ چھوڑیں۔ اور اپنی بیوی بچوں کی خبر لیں یا نہ لیں۔ اور اپنے باپ دادا کا چلن اختیار کریں یا نہ کریں۔ میں بہرحال اُن کی اعانت کرنے کو موجود ہوں مگر جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں کوئی بات اپنے اختیار کی نہیں دیکھتا شاید تم اور اور لوگ یہ خیال کرتے ہونگے کہ مجھے ہندوستان کے اطراف وجوانب میں ہزاروں آدمی جانتے ہیں۔ اکثر معزز اور ذی اختیار لوگوں سے بھی مجھے تعارف ہے۔ اور اکثر بزرگ میری عزت کرتے ہیں پس میں جس کی جہاں کہیں سفارش کرونگا وہ ضرور کامیاب ہوگا۔ لیکن اے عزیز! یہ خیال بالکل غلط ہے۔ دنیا دارالمعاوضہ اور دارالمکافات ہے جو شخص کسی کے ساتھ کچھ سلوک کرتا ہے کسی نہ کسی عوض اور بدلہ کی توقع پر کرتا ہے۔ میں تمہاری ایک

سفارش اس لئے منظور کرتا ہوں کہ مجھے تم سے دس فرمائشیں کرنے کا
موقع ملے۔ پس ایک ایسے شخص کی سفارش جس سے کسی طرح کا عوض
متوقع نہ ہو کیونکر کارگر ہو سکتی ہے۔ جب میں زمانہ کی نگاہ میں اپنی قدر
ومنزلت کا اندازہ کرتا ہوں تو اس سے زیادہ نہیں پاتا کہ ایک مشہور گویا
جہاں کہیں جاتا ہے امراء اس کی خاطر کرتے ہیں۔ اور اگر وہ خود نوکری
چاہتا ہے تو تھوڑی بہت نوکری بھی ہر جگہ اس کو مل جاتی ہے لیکن
اگر وہ گھر بیٹھے اپنے دوستوں اور عزیزوں کی سفارشیں کرنی اختیار کرے
تو کوئی اس کی طرف اصلا التفات نہیں کرتا۔ یہی حال میرا ہے اگر میں
خاص اپنی ذات کے لئے کہیں جا کر کچھ فائدہ حاصل کرنا چاہوں تو شاید
کسی قدر کامیابی ہو جائے لیکن یہ ہرگز امید نہیں کہ میری سفارش کی
بھی ایسی ہی قدر و پرسش ہو جیسی مجھ کو اپنی قدر و پرسش کی امید
ہے۔ اس کے علاوہ تم انصاف کرو کہ زمانہ کس قدر ترقی کر رہا ہے۔ ادنیٰ
ادنیٰ خدمات کے لئے اعلیٰ درجہ کے لائق اور کارگزار آدمی ایک آواز پر
سیکڑوں آن موجود ہوتے ہیں۔ انگریزی حکومت کے سوا ہندوستانی ریاستوں
میں بھی اب لیاقت اور کارگزاری کی زیادہ پرسش ہونے لگی ہے..... کی
لیاقت کا حال میں اور تم سب جانتے ہیں۔ اب تمہیں بتاؤ میں کیا کروں؟
باوجود ان تمام واقعی اور سچے عذرات کے مجھے ہر وقت....... کا خیال ہے
اور جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا اس باب میں کوشش کروں گا۔

راقم الطاف حسین از پانی پت محلہ انصاریان۔ ۱۵ فروری ۱۸۸۹ء
(مکتوبات حالی حصہ دوم)

(۴) ایضاً

برخوردار سعادت آثار طال عمرہٗ ۔ بعد دعا کے مدعا یہ ہے پرسوں ٹیلیگرام[1] اور کل تمہارے دونوں کارڈ پہنچے جن سے تمہاری تقرری عہدۂ اکسٹرا اسسٹنٹی پر معلوم ہوئی۔ خدائے تعالیٰ کا بے انتہا شکر ادا کیا گیا کہ اُس نے اپنے فضل و کرم سے تمہاری مردانہ اور ذی استقلال کوششوں کا پھل تم کو عنایت فرمایا اور ہمارے غریب خاندان کو تمہارے سبب سے تقویت بخشی ۔۔۔۔۔۔۔

جو باتیں تم نے میری نسبت لکھی ہیں یہ محض تمہاری سعادتمندی اور کسی قدر تمہاری نادانی کی دلیل ہیں۔ اگر بفرض محال میری کوشش کو تمہاری کامیابی میں کچھ دخل ہو بھی تو اس کو تقریباً ایسا ہی سمجھنا چاہئے جیسا کہ ایک باپ کی کوشش کو بیٹے کی کامیابی میں ہوتا ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ اور ایسا ہی ہوتا رہے گا تعجب کی وہ باتیں ہیں جو آج کل دنیا میں لوگ کر رہے ہیں۔ غیروں کے بچوں کو تعلیم دلواتے ہیں۔ اپنی بساط سے زیادہ اُن کی امداد کرتے ہیں، تمام قوم کے لئے ویسی ہی کوشش کرتے ہیں جیسی کسی خاندان کا سرپرست اپنے خاندان کے لئے کرتا ہے۔ اپنی جان اور مال اور وقت اور دل و دماغ کو قوم کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ قوم کی طرف سے اُن پر گالیاں پڑتی ہیں مگر وہ قوم کا خیال نہیں چھوڑتے اور رات دن اسی دُھن میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن کا ہم کو اور تم کو اور تمام قوم کو دل و جان سے شکر ادا کرنا چاہئے اور انھیں کا صدقہ ہے کہ ہماری قوم میں کسی قدر

---

[1] تار۔

آپس کی ہمدردی کا خیال پیدا ہوا ہے۔ بہرحال اگر میں فی الواقع اُن باتوں کا مستحق ہوں جو تم میری طرف نسبت کرتے تو مجھ کو بلا شبہہ فخر کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ترقیاتِ روز افزوں نصیب کرے۔ اور عزت و آبرو کے ساتھ ہمیشہ اپنے مقاصد میں کامیاب کرتا رہے۔ اور خدا کرے کہ پانی پت کے شریف زادوں کو تمہاری ریس کرنے کا خیال پیدا ہو آمین ثم آمین۔ منشی سراج الدین بالفعل حیدرآباد میں ہیں اور معلوم نہیں کہاں ٹھہر رہے ہیں۔ اس لیے اُن کو خط نہیں بھیجا جا سکتا۔ میرے نزدیک برخوردار محب علی طال عمرہٗ کو جلدی کرنی نہیں چاہیئے۔ خدا نے یہ دن دکھایا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری ہی کوشش سے اُن کے لیے کوئی صورت نکل آئے گی اور کسی غیر شخص سے التجا نہ کرنی پڑے گی۔ تمہاری والدہ صاحبہ اور والد ماجد بہت بہت دعا اور مبارکباد کہتے ہیں اور والدہ صاحبہ کی یہ خواہش ہے کہ پہلی تنخواہ میں سے سو روپیہ اپنے خرچ کے واسطے رکھ کر ڈیڑھ سو روپیہ یہاں بھیجو تو دائیوں کو بھی جو مدت سے آس کیے بیٹھی ہیں دیا جائے اور مصلّی اور مجلس اور منتیں جو مان رکھی ہیں سب پوری کی جائیں اور جو کچھ بچے وہ ہمارے ماہواری خرچ میں آوے۔ تمہاری پھپھی اور بھاوج اور برخورداری مبارکباد کہتی ہیں۔ کل برخوردار سجاد حسین کے خط سے معلوم ہوا کہ یکم دسمبر سے صاحب ڈائرکٹر نے اُنکو ایک سو چالیس کے درجہ میں مقرر کر دیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ برخوردار محب علی طال عمرہٗ کو بہت بہت دعا کہنا اور مبارکباد دینا۔

زیادہ دعا ۔

راقم الطاف حسین از پانی پت ۲۹ جنوری ۱۸۹۳ء

(مکتوبات حالی حصہ دوم)

(۵) بنام مولانا حبیب الرحمٰن خانصاحب شروانی[۱] رئیس بھیکن پور ضلع علیگڈھ

جناب من! لفظ ہاتھ میں بلاشبہہ ہائے مخلوط ہے لیکن رات و بات کا قافیہ بھی شعرا نے باندھا ہے۔ قافیہ کی ضرورت ایسی ایسی خفیف فروگذاشتوں کو جائز کر دیتی ہے۔ مرزا غالب کبھی اور کسی کی جگہ کبھو اور کسو کو غیر فصیح سمجھتے تھے لیکن اُن کے اُردو دیوان میں قافیہ کی جگہ کسو اور کبھو بندھا ہوا ہے۔ میں بھی ہمیشہ ہاتھ کو ہائے مخلوط کے ساتھ لکھتا ہوں مگر قافیہ میں ہات باندھنا جائز سمجھتا ہوں۔ زیادہ نیاز۔

خاکسار الطاف حسین حالی از پانی پت محلہ انصاریان۔ ۶ فروری ۱۸۹۸ء

(مکتوبات حالی حصہ اوّل)

(۶) بنام محمد یعقوب صاحب مجددی

مکرمی و شفیقی حافظ صاحب دام مجدہم!

السلام فاتحۃ الکلام آپ کا خط پڑھ کر سخت افسوس اور رنج ہوا۔

---

[۱] جناب مولانا صاحب آجکل ریاست حیدرآباد دکن میں صدر الصدور امور مذہبی ہیں اور نواب صدر یار جنگ بہادر کے خطاب سے مفتخر ہیں۔ م۔ پ۔

اولاد کی تربیت میں مصروف ہو جایئے۔ اور نوکری بھی چاہو کرو چاہو نہ کرو اور اگر زیادہ ہمت ہو تو خود بھی تحصیل علم کرو اور ہرگز دوسرا خیال دل میں نہ لاؤ۔ میں سچ کہتا ہوں کہ پھر نہ اولاد کی تم کچھ خبر لے سکوگے اور نہ اپنی زندگی کا کچھ مزا اٹھاؤگے بلکہ زندگی تلخ ہو جائے گی اور اولاد بے علم رہجائے گی۔ اور اُن کو آپ سے کچھ محبت اور الفت نہ رہے گی۔ اگر آپ اُن کو اپنا قوت بازو بنانا چاہتے ہو اور اپنی زندگی کو تلخ کرنا نہیں چاہتے اور اولاد کو علم و ہنر سکھانا چاہتے ہو تو کمال صبر و سکون اور عفت اور پاکدامنی کے ساتھ تجرد اور آزادی میں بسر کرو آئندہ آپ کو اختیار ہے۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔ زیادہ دعا و سلام۔

خاکسار الطاف حسین از لاہور۔ ایچیسن کالج۔ ۲۴ر فروری ۱۸۹۵ء

میں نے اس نصیحت کے سوا جو اس خط میں لکھی ہے آپ کے ساتھ کبھی کوئی دوستی کا حق ادا نہیں کیا۔

(مکتوبات حالی حصہ اول)

(۷) بنام نواب وقار الملک انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین خان بہادر

پانی پت ۱۷ر اپریل ۱۹۰۸ء

والاجناب! صاحبزادی کی وفات کا حال سن کر سخت افسوس ہوا مگر صبر و شکر کے سوا کیا چارہ ہے۔ اس سے پہلے آپ نے سخت ترین حوادث و مصائب بڑے استقلال کے ساتھ برداشت کئے ہیں اور اب بھی معلوم

ہوا کہ آپ نے اُسی صبر و استقلال کے ساتھ اس رنج کو برداشت کیا
ہے اور تجہیز و تکفین سے فارغ ہوتے ہی امروہہ سے اپنے قومی فرائض
ادا کرنے کے لئے علیگڑھ تشریف لے آئے ہیں۔ جناب باری سے دعا ہے
کہ اُس مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کو بہت دیر تک
گھر کے باقیماندوں پر سایہ گستر رکھے اس وقت آپ کی صحت و سلامتی
اور اطمینان قلبی کی طرف تمام قوم کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں اور آپ کی
ذرا سی تکلیف سے، تمام بہی خواہان قوم کے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ قوم
کے متعدد رکنوں کا دنیا سے دفعتاً اُٹھ جانا ایک ایسا واقعہ ہے جس سے
لوگوں کے دل ہل گئے ہیں۔ اس لئے باقیماندہ بزرگوں کا وجود جو
نہایت اقل قلیل ہیں نہایت مغتنم سمجھا جاتا ہے۔ خصوصاً آپ کی ذات
کالج[۵] کے حق میں بلا تصنع خدا کی رحمت سمجھی جاتی ہے۔ اگر خدائے تعالیٰ
کو اس درسگاہ کی بنیاد مستحکم کرنی منظور ہے تو امید ہے کہ وہ آپ کی
عمر میں برکت دے گا اور جو نیک منصوبے کالج کی نسبت آپ کے
دل میں ہیں اُن کو پورا کرے گا۔ زیادہ نیاز۔

خاکسار دعاگو الطاف حسین حالی

(مکتوبات حالی حصہ اول)

---

[۵] مراد علی گڑھ کالج جو اب مسلم یونیورسٹی کی صورت میں ہے۔ م۔ پ۔

(۸) بنام جناب پنڈت پدم سنگھ شرما صاحب

یہ غیر مطبوعہ خط جناب مکتوب الیہ صاحب کی شفقت بزرگانہ کا ثمرہ ہے۔
جیسا کہ اس خط میں بیان کیا جا چکا ہے جو مکتوب الیہ کے نام لسان العصر حضرت
اکبر الہ آبادی کا ہے۔ م۔ پ

جناب من۔ مجالس النساء غالباً لالہ گلاب سنگھ رائے بہادر کی
دوکان واقع لاہور سے مل سکے گی۔ اس کے سوا سال گذشتہ میں
ایک نظم جس کا نام چپ کی داد ہے۔ رسالہ خاتون میں اور نیز اس سے
علحدہ چھپی ہے۔ وہ علی گڑھ میں شیخ عبداللہ صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل
بی وکیل ہائیکورٹ و ایڈیٹر رسالہ خاتون سے طلب کرنے پر ملیگی۔ اسکے
سوا کوئی اور کتاب نہیں لکھی۔ میری ایک آنکھ میں پانی اُتر آیا ہے اسکے
بنوانے کا عنقریب ارادہ ہے۔ آنکھ بننے کے بعد اگر زندگی نے وفا کی تو
شاید تذکیر و تانیث پر کچھ لکھ سکوں۔ میں آپ کے محبت آمیز الفاظ کا جو
میری نسبت تحریر فرمائے ہیں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ زیادہ نیاز۔

خاکسار الطاف حسین۔ حالی

از پانی پت ۲۴ مارچ ۱۹۱۰ء

(غیر مطبوعہ)

۹۔ جناب سر سید احمد خانصاحب کے خطوط

پیدائش دہلی ۱۸۱۷ء **وفات** علی گڈھ ۱۸۹۸ء

جواد الدولہ عارف جنگ آنریبل جناب ڈاکٹر سر سید احمد خانصاحب کا نام جن امور کے باعث ابد الآباد تک قایم رہیگا اُن میں ایک اُردو زبان کی قابل یادگار خدمت بھی ہے۔ کیونکہ آپ نے وہ طرز تحریر اختیار کیا جس میں سادگی۔ صفائی اور صداقت ہے۔ تصنع فضولیات اور دور از کار انشا پردازی نہیں ہے۔ محاسن آپ کے خطوط میں بھی ہیں اور انھیں کی وجہ سے اردو علم ادب میں ایک نئی جان پڑگئی ہے۔ م۔ پ۔

(۱) نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علیخانصاحب کے نام

جناب مخدوم و مکرم احبمن سلامت

بعد سلام مسنون الاسلام ایں کہ آپ کا عنایت نامہ مورخہ بلا تاریخ پہنچا۔ جس قدر خوشی مجھ کو آپ کے عنایت نامہ پہنچنے سے ہوئی ہے بیان نہیں کرسکتا۔ یہ مقولہ کہ "الخط نصف الملاقات" غلط، بلکہ پوری ملاقات کا لطف ہوتا ہے۔ مفارقت میں اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ میں برابر اپنے حالات لکھ کر بھیجتا رہتا ہوں۔ اخبار میں چھپنے دیجئے۔ بعد معاودت انشاء اللہ نظر ثانی کرکے رسالہ سفر مرتب کرکر چھاپونگا۔ میں حتی المقدور نہایت مفصل حالات لکھتا ہوں۔ اور جو جو مراتب آپ نے لکھے ہیں وہ آخر کو بالتفصیل لکھونگا۔ بعد آنے کے معلوم ہوا کہ سفر چنداں سخت نہیں ہے۔

۱؎ ماخوذ سفر لندن۔ م۔ پ

نہایت آرام کا محل ہے اور کوئی چیز مذہبی ایسی نہیں ہے کہ مسلمان اُسکو اپنے خاطر خواہ نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ ایک شیعہ جو مشرک کو نجس حقیقی جانتا ہے وہ بھی اپنے مذہب کے موافق رہ سکتا ہے مگر کسی قدر اہتمام و تردد سے ذبیحہ مسلمان کا دستیاب ہو سکتا ہے۔ غرض کہ کوئی بات مشکل نہیں ہے۔ بعضے امور بلا تکلف اور بعض امور بہ تکلف انجام پاتے ہیں۔ چاہتا ہوں کہ حالات سفر جو اخبار میں چھپتے ہیں آپ اُن کو بطور کتاب یکجا نقل کرواتے جائیں اور جس امر کی نسبت زیادہ تفصیل کی حاجت ہو مجھ کو لکھ کر دریافت فرمالیں اور اُس کو اُس میں اضافہ کر دیں۔ تاکہ آپ کی صلاح سے کتاب بھی درست ہو جائے اور سب چیز کو حاوی بھی ہو اور میرے آنے تک کتاب مرتب تیار ہوگی اور صرف چھپنا شروع ہوگا۔ میں بعض بعض عمدہ مکانات کے نقشے بھی لاؤنگا اور وہ بھی کتاب میں چھپوائے جائینگے۔ بہرحال بعد نظر ثانی یہ کتاب حاوی تمام چیز کو ہوگی۔ دو ہندو واسطے امتحان سول سروس کے بمبئی سے اور آئے ہیں۔ افسوس کہ مسلمان پیچھے رہے جاتے ہیں۔ چار بنگالی اب کی دفعہ سول سروس میں پاس ہوئے ہیں۔ محمود[۱] مدرسۂ قانونی میں داخل ہوگیا ہے۔ مجھ سے اور یہاں کے ارکین سے روز بروز ملاقات ہوتی جاتی ہے، بلکہ اس قدر ملاقات کا موقع اور جگہ ہے کہ شاید میں اُن سب سے نہ مل سکونگا۔ جس اخلاق سے یہاں کے امراء اور ارکین ملے ہیں اُس کا بیان، بیان سے باہر ہے۔ کچھ میرے ہی

---

[۱] - سرسید صاحب کے صاحبزادے تھے۔ م۔ پ۔

ساتھ یہ اخلاق نہیں ہے بلکہ حقیقت میں وہ لوگ با اخلاق اور سادہ مزاج اور بے غرور ہیں۔ میں ہر دم اپنے ملک کی بھلائی کے خیال میں ہوں اور عنقریب کچھ کچھ انشاء اللہ تعالیٰ مشتہر کرنا شروع کرتا ہوں وزیر ہند میرے آنے کے دو تین دن بعد باہر چلے گئے ہیں۔ اوّل اُن سے ملاقات خاص ہوئے، تب کچھ تحریک بہتری ہندوستان شروع ہوگی۔ قبل اس کے ایک عریضہ مع اشتہار کتاب کے روانۂ خدمتِ عالی کیا ہے۔ ملاحظہ سے گزرا ہوگا اور امید ہے کہ زرِ مطلوبہ روانہ فرمایا ہوگا۔ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ بعض احباب نالائق مثل مولوی ز ــــــ ع نے میرا ارادہ دربارۂ تحریر جواب کتاب[1] میور صاحب جو نسبت آنحضرت صلعم لکھی ہے سست کر دیا اور بروقت روانگی سامان اور چندہ کرنے نہیں دیا۔ یہاں اس کے جواب کا اس قدر سامان ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً وہ عالم انگریز جس نے وہ کتاب لکھی ہے جس کا پہلے میں نے ذکر کیا ایسا عمدہ شخص[2] اس کے جواب کے لائق ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ کتب خانہ انڈیا آفس[3] میں نے دیکھا ہوش جاتے رہے۔ کتب خانہ نہیں ہے کتابوں کا شہر ہے۔ مجھے وہاں جانے کی اور پڑھنے کی جو چاہوں اور نقل کی سب کی اجازت ہوگئی ہے۔ ابھی کتب خانہ برٹش میوزیم[4] نہیں دیکھا۔ سُنا ہے کہ وہ اس سے بھی بہت

---

[1] مراد لائف آف محمد مصنفہ سر ولیم میور مطبوعہ ۱۸۶۱ء م۔ب

[2] جس خط میں اس انگریز و اس کی تصنیف کا ذکر کیا گیا تھا وہ نہیں ملتا اس لیے اس انگریز دا کی یا اس کی تصنیف کی نسبت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ م۔ب

[3] انڈیا آفس لائبریری میں ہندوستان سے تعلق رکھنے والے مطبوعہ و قلمی کاغذات کا ایک اہم ذخیرہ ہے۔ مولف

[4] یہ وہ اہم مقام ہے جہاں مختلف علوم و فنون کی مطبوعہ و قلمی کتب کاغذات اور عجیب و غریب اشیا کا ایک زبردست ذخیرہ ہے۔ م۔ب

بڑا ہے۔ بہرحال میں کچھ نہ کچھ نسبت جواب کتاب ولیم میور صاحب کے ضرور کرونگا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیشہ عنایت نامہ بھیجتے رہیں۔ اسکے پہنچنے سے جس قدر خوشی اور روحانی فرحت ہوتی ہے بیان نہیں ہوسکتی۔ حافظ جی صاحب کی خدمت میں میرا بہت بہت سلام پہنچے۔ میرے ہمراہی سب بخریت ہیں۔ آپ کو تسلیم عرض کرتے ہیں۔ محمود کہتا ہے کہ میرا سلام مت لکھو۔ میں خود جدا عریضہ لکھونگا۔ دو تصویریں مرسل خدمت ہیں۔ میں خود حاضر نہیں ہو سکا۔ اس لیے میری تصویریں آپ کی قدمبوسی کو پہنچتی ہیں۔ والسلام۔

خاکسار

سید احمد ۴ جون ۱۸۶۹ء روز جمعہ مقام لندن

(خطوط سرسید)

(۲) ایضاً

جناب مخدوم ومکرم بندہ سلامت

بعد سلام مسنون عرض یہ ہے کہ دو قطعہ عنایت نامے مورخہ ۴۔ اگست و ۵۔ اگست مع ہنڈوی صہ روپیہ کے پہنچے اور ممنون عنایت کیا۔ اپنے سفر کی بابت جو آپ نے مجھ سے رائے پوچھی ہے۔ درحقیقت آپ کی رائے بالکل صحیح ہے۔ اگر آپ یہاں تشریف لائیے تو کچھ فائدہ جو معاوضہ اس قدر زیر باری کا ہو نہیں ہونے کا۔ میں ہرگز صلاح نہیں دیتا کہ آپ اس قدر زیر باری قرضہ اٹھاویں اور برس روز کے لیے یہاں تشریف لائیں۔ یہ اس قدر بڑا شہر ہے اور ایک ایسا کارخانہ ہے کہ کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ میرے واسطے جو کچھ یہاں ہوا آپ اس کو تعجبات اور

امور اتفاقیہ سے سمجھے۔ صاف صاف یہ بات ہے کہ یورپ دو آدمیوں کے کام کا ہے۔ اوّل اُن کے جو جوان نوعمر ہیں اور علوم و فنون جدیدہ کی تربیت چاہتے ہیں اور یورپ کی زبان سے واقف ہیں دوسرے صرف ان لوگوں کے لیے جو صرف سیر کے خواہاں ہیں یا اپنے ملک اور اپنے ملک کے لوگوں کی ترقی میں کوشش کرنا چاہتے ہیں۔ سیر کا تو مختصر یہ حال ہے کہ یہاں وہ چیزیں اور وہ کارخانے اور وہ صنائع اور وہ عمارات اور ایسی عجائبات ہیں کہ "لا عین رأت ولا اذن سمعت"[۱] امکان نہیں ہے کہ جن لوگوں نے اُسکو نہیں دیکھا اُن کے سامنے بیان ہوسکیں اور وہ سمجھ سکیں۔ جس وقت انسان یورپ کی سرحد میں پہنچتا ہے حقیقت میں اس کو ایک نیا عالم معلوم ہوتا ہے اور اُس کو یقین ہو جاتا ہے کہ ہندوستان میں جاکر انگریز ہمکو مثل جانور کے جانتے ہیں اور حقیقت ہم ہندوستانی ایسے ہی ہیں۔ عقلمند اور عبرت اور نصیحت پکڑنے والا آدمی تمام حالات اور رسم و رواج یورپ دیکھکر یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ کونسی رسمیں اور عادتیں ہندوستان کی۔ اور بخصوص مسلمانوں کی اچھی ہیں اور کونسی خراب اور قابل تبدیل ہیں اصول ایمانیہ اسلامیہ پر جس قدر یقین یورپ کے آنے سے اور یہاں کے حالات اور علوم اور علمار کی رائیں دریافت کرنے سے ہوتا ہے بلاتشبیہہ نعوذ باللہ ویسا یقین حج سے نہیں ہوتا۔ زیادہ تعجب یہ دیکھکر ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے صرف حج سے اور آپس میں ہو رہا ہے۔ گورنمنٹ سے کچھ علاقہ نہیں ہے

---

[۱] نہ تو آنکھ نے دیکھا اور نہ کان نے سنا۔ م۔ پ۔

اور یہ دیکھکر آدمی یقین کرسکتا ہے کہ ہندوستان میں، اگر بہت سے آدمی متوجہ ہوں اور علوم و فنون اور سولیلائزیشن[1] پر کوشش کریں تو وہ بلا اعانت گورنمنٹ بہت کچھ کرسکتے ہیں اور ان خیالات سے اور حال دیکھنے سے عقلمند اور بیدار آدمی کو اپنے ملک کی ترقی اور بھلائی اور قومی خیرخواہی زیادہ بڑھتی ہے۔ جس شخص کے پاس روپیہ ہو اُس کو صرف اس قدر کافی ہے کہ یورپ آوے اور تین چار مہینے موسم گرما میں جب کہ یہاں سب کچھ جاری ہوتا ہے، ہر ایک چیز کی سیر کرے۔ اور چلا جاوے اور اپنے ملک میں اُس بھلائی کو پھیلاوے، مگر میں ہرگز رائے نہیں دیتا کہ اس امر کے حاصل کرنے کو قرض سے اپنا گلا بندھاوے۔ پس میں آپ کو ہرگز رائے نہیں دیتا کہ قرض کرکر آپ یہاں تشریف لائیں۔ اور بالفرض اگر آویں بھی تو چھ مہینے سے زیادہ کے لیے آنا محض لغو و حماقت ہے۔ میرے حال پر خیال نہ کیجئے۔ میرا حال جدا ہے۔ اور چند خیالات مجھ کو تھے۔ میں نے جائداد بیچی اور دس ہزار کا قرض کیا۔

عاقل اور عیاش آدمی کے لئے جو خوشی اور نعمت یہاں متصور ہے، خدا معلوم بہشت میں بھی ہوگی یا نہیں۔ میرے ایک بڑے معزز دوست نے ایک بہت بڑے جلسہ میں جہاں نہایت تکلف کی پوشاک پہنے ہوئے کئی سو فرینچ اور لیڈی نہایت خوبصورت اور خوش کلام اور قابل جمع تھیں پوچھا کہ کیوں لنڈن بہشت ہے اور حوروں کا ہونا سچ ہے یا نہیں۔

---

[1] تہذیب و تمدن۔ م۔ سپ

پس مختصر حال و نتیجہ سفر یورپ کا یہ ہے۔ مگر ہماری قسمت میں وہی جلنا ہے۔ یہاں کا حال دیکھ دیکھ کر اپنے ملک اور اپنی قوم کی حماقت اور بیجا تعصب اور تنزل موجودہ اور ذلت آئندہ کے خیال سے رنج و غم زیادہ بڑھ گیا ہے اور کوئی تدبیر اپنے ہموطنوں کے ہوشیار کرنے کی نہیں معلوم ہوتی۔ مذہب جس کو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے خوب اختیار کیا ہے اس میں بھی وہ حماقت اور نالائقی اور گمراہی ہے جو اور تمام کاموں میں ہے۔ پس کوئی کیا کرے۔ بد اقبالی و بدنصیبی کا کچھ علاج نہیں۔

میں روز و شب تحریر کتاب سیرت مصطفوی صلعم میں مصروف ہوں سب کام چھوڑ دیا ہے۔ لکھتے لکھتے کمر درد کرنے لگتی ہے۔ اِدھر فکر ترتیب مضامین کتاب، اُدھر فکر جواب اعتراضات۔ اِدھر فکر تنقیح و تصحیح روایات صحیح میں مبتلا رہتا ہوں اور کسی شخص کے مددگار نہ ہونے سے یہ کام اور بھی سخت ہو گیا ہے۔ اُدھر جب حساب دیکھتا ہوں تو جان نکل جاتی ہے کہ ابھی لکھوانا اور چھپوانا تو شروع کر دیا، روپیہ کہاں سے آئے گا۔ مسلمان البتہ آستین چڑھا کر اس باب میں تو لڑنے کو تیار ہونگے کہ انگریزوں کے ساتھ کھانا مت کھاؤ، مگر جب کہو کہ مذہبی تائید میں کچھ روپیہ خرچ کرو تو جان بچا جاویں گے۔

دوسرا باب جس میں عرب کا جغرافیہ اور وہاں کی قوموں کا اور حضرت اسمٰعیل کے وہاں آکر آباد ہونے کا ذکر ہے۔ چھپ رہا ہے۔ عرب میں سے ایک کتبہ نکلا ہے جو یہاں کے برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ وہ کتبہ آں حضرت صلعم سے بہت پہلے کا ہے اور اس سے حضرت ہود کا

عرب میں پیغمبر ہونا اور قوم عاد سے مکانات کا وجود بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ کتبہ بعینہ اسی خط میں مع ترجمہ میری کتاب میں مندرج ہوگا۔

میری دانست میں نہایت خیرخواہی اسلام کی اور سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی تھی کہ یہ کتاب انگریزی زبان میں چھاپی جائے۔ اسلئے انگریزی کا چھاپنا شروع کر دیا اور اردو ابھی ملتوی ہے۔ علاوہ اس کے انگریزی عبارت لکھنے والے جیسے عمدہ اور کم قیمت پر یعنی بہ نسبت ہندوستان کے کم قیمت پر ملے ہیں، ہندوستان میں ممکن نہ تھا۔ جو شخص کہ میری کتاب انگریزی میں لکھتا ہے اُس کی لیاقت کا کوئی انگریز ہندوستان میں نہیں ہے۔ پس ایسا شخص ملک ہندوستان میں کہاں ملتا۔ اگر میری کتاب تیار ہوگئی، جس میں دس باب ہیں تو میں لندن میں آنا دس حج کے برابر اور باعث اپنی نجات کا سمجھونگا۔ خدا قبول کرے۔ آمین۔

اس معاملہ میں سوا تمھارے میں کسی کو کچھ نہیں لکھتا اس لئے کہ جو میرے دلی دوست ہیں، اُن کو خدا نے عقل نہیں دی اور حقیقت یہ ہے کہ جب تک دل سے شوق نہ ہو، صرف خاطر سے کچھ کرنا فائدہ مند نہیں ہوتا۔ بہرحال مجھ کو اعانت کی نہایت ضرورت ہے۔ اوّل تو انتخاب و تحریر مقامات کتب و تحقیق بعض مسائل کی جو میں آپ کو لکھوں آپ اس کو بخوبی انجام دیں گے۔ اس میں کچھ تامل نہیں مگر اس قدر دیر نہ ہو جیسی کہ اب تک کی ہے۔ اس وقت تک حدیثیں معراج و شق صدر

کی نہیں پہونچیں۔

دوسرے بلا شبہہ روپیہ کی ضرورت ہے کم سے کم دو ڈھائی ہزار روپیہ خرچ ہوگا۔آپ وہاں احباب مخلصین سے چندہ کیجئے صورت چندہ کی یہ ہے کہ جو جس کا مقدور ہے دے اور بعد تیار ہو چکنے کتاب کے جس قدر روپیہ اُس نے دیا ہے اُسی قدر قیمت کی کتابیں اُس کو دے دی جاویں۔ اس چندہ کرنے میں یہ خیال کرنا چاہیے کہ کل ڈھائی ہزار کا چندہ ہو کیونکہ جس قدر ہو وہی غنیمت ہے اور اُسی قدر بوجھ ہلکا ہوگا۔میرا ارادہ ہے کہ میں سید ظہور حسین۔ مرزا رحمت اللہ بیگ مولوی زین العابدین۔ تراب علی۔ محمد احمد۔ مہدی علی وغیرہ کو خط لکھوں کہ مجھے ضرورت ہے سو سو روپیہ بھیجدو سوائے اس کے اور کچھ نہ لکھوں یقین ہے کہ یہ لوگ بھیجیں گے۔پس جس قدر مدد ہوگی وہی غنیمت ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی مہاجن سے کچھ روپیہ قرض لیا جائے۔ اور اس کتاب کی تیاری میں لگایا جائے۔ بعد تیاری کے کچھ شبہہ نہیں ہے کہ یہ کتاب بہت بکے گی اور انگریز بہت لیں گے۔آج تک مسلمان کی لکھی ہوئی کتاب آنحضرت صلعم کے حال کی انگریزی میں نہیں ہے پس اُس کی قیمت سے اُس کا روپیہ دیا جائے۔اگر نقصان ہو تو میں اور وہ لوگ جو اس میں ہوں ادا کریں۔

چند بڑے قابل انگریز جو مسلمان ہوگئے ہیں۔اُن کی لکھی ہوئی کتابیں نہایت تلاش سے بہم پہنچائی ہیں اور دس گنی قیمت دے کر خریدی ہیں۔

اُس میں ایک کتاب ہاتھ آئی ہے۔ جس میں اُس انگریز نے نہایت خوبی سے "یاتی من بعدی اسمہ احمد" کے فقرہ کو ثابت کیا ہے کہ ایسی دلیلیں کسی مسلمان مولوی کے خیال میں بھی نہیں گزر سکتیں۔ علاوہ اس کے میں کیا کیا بیان کروں کہ میں نے کیا کیا ہے۔ اگر تم یہاں ہوتے تو شاید پھولے نہ سماتے۔ بالتعنتع میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مولوی امداد العلی صاحب کی نسبت "اسٹار آف انڈیا" تجویز ہونے سے بے انتہا خوشی ہوئی۔ عین آرزو مسلمانوں کی ترقی اور عزت کی ہے خواہ اس کو کوئی میری ضد سے حاصل کرے۔ خواہ میرے حسد سے۔ خواہ میرے ذلیل کرنے کو "چشم ما روشن دلِ ما شاد" اُن کا یہ فرمانا کہ سید احمد نے انگریزوں کا جھوٹا کھا کر اسٹار آف انڈیا لیا اور اُنھوں نے موچھوں پر تاؤ دیکر۔ نہیں نہیں بھول گیا اُن کے موچھیں نہیں ہیں۔ ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر میرے سر اور آنکھوں پر۔ خدا کرے ایک اُن کو اور ہزار مسلمانوں کو یہ دن نصیب ہو۔ حافظ جی صاحب کی خدمت میں بہت بہت سلام اور جب انتخاب احادیث پہنچے گا جب شکریہ بھی کرونگا۔ جناب مولوی معین الدین صاحب کی خدمت میں السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین آمنوا بما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آمنوا بجمیع آیات اللہ وکلماتہ و آمنوا علیٰ کلامہ تعالیٰ و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم۔ والسلام

خاکسار۔ سید احمد

از مقام لندن۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۶۹ء (خطوط سرسید)

سلہ میرے بعد جو آنیوالا ہے اس کا نام احمد ہے۔ م پ سلہ ستارہ ہند۔ م۔ پ

(۳) بنام شمس العلما خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی

مدوجزر اسلام المعروف بہ مسدس حالی جناب خواجہ صاحب کی ایک معرکۃ الارا و شہرۂ آفاق منظوم تصنیف اردو میں ہے چنانچہ سرسید صاحب نے اس خط میں اس کی خوشی و پرجوش قدردانی کا اظہار کیا ہے جو آنجناب کو مسدس مذکور کے مطالعہ و اشاعت پر ہوئی تھی۔ م۔ ب

جناب مخدوم و مکرم من۔ عنایت نامجات مع پانچ جلد مسدس[1] پہونچے۔ جس وقت کتاب ہاتھ میں آئی جب تک ختم نہ ہوئی ہاتھ سے نہ چھوٹی اور جب ختم ہوئی تو افسوس ہوا کہ کیوں ختم ہوگئی۔ اگر اس مسدس کی بدولت فن شاعری کی تاریخ جدید قرار دیجاوے تو بالکل بجا ہے۔ کس صفائی اور خوبی اور روانی سے یہ نظم تحریر ہوئی ہے بیان سے باہر ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ ایسا واقعی مضمون جو مبالغہ جھوٹ تشبیہات دور از کار سے جو مایۂ ناز شعرا و شاعری ہے، بالکل مبّرا ہے۔ کیونکر ایسی خوبی و خوش بیانی اور موثر طریقہ پر ادا ہوا ہے۔ متعدد بند اس میں ایسے ہیں جو بے چشم نم پڑھے نہیں جاسکتے۔ حق ہے جو دل سے نکلتی ہے دل میں بیٹھتی ہے۔ نثر بھی نہایت عمدہ اور نئے ڈھنگ کی ہے - پرانی شاعری کا خاکہ نہایت لطف سے اڑایا ہے یا ادا کیا ہے۔ میری نسبت جو اشارہ اس نثر میں ہے اس کا شکر کرتا ہوں اور آپ کی محبت کا اثر سمجھتا ہوں۔ اگر پرانی شاعری کی کچھ بو اس میں پائی جاتی ہے تو صرف انھیں الفاظ میں ہے جن میں میری طرف اشارہ ہے۔ بیشک میں اس کا محرک ہوا اور اس کو میں اپنے اُن اعمال حسنہ میں سے سمجھتا ہوں کہ جب خدا پوچھے گا کہ

---

[1] مدوجزر اسلام مسدس حالی

تو کیا لایا تو میں کہونگا کہ حالی سے مسدس لکھوا لایا ہوں اور کچھ نہیں۔ خدا آپکو جزائے خیر دے اور قوم کو اس سے فائدہ بخشے۔ مسجدوں کے اماموں کو چاہیے کہ نمازوں میں اور خطبوں میں اسی کے بند پڑھا کریں۔ آپ نے یہ نہیں ارقام فرمایا کہ کس قدر کتابیں چھپی ہیں اور کیا لاگت لگی ہے اور فی کتاب کیا قیمت مقرر کی ہے۔ نہایت جلد آپ ان سب امور سے مجھے مطلع فرمائیے یہ بھی لکھیے کہ بعد تقسیم یا فروخت کس قدر کتابیں اب موجود ہیں۔ آپ کے اس خیال کا کہ حق تصنیف مدرسۃ العلوم[1] کو دیا جاوے اور رجسٹری کرادی جاوے میں دل سے شکر کرتا ہوں مگر میں نہیں چاہتا کہ اس مسدس کو جو قوم کے حال کا آئینہ اور یا اُن کے ماتم کا مرثیہ ہے کسی قید سے مقید کیا جاوے۔ جس قدر چھپے اور جس قدر وہ مشہور ہو اور لڑکے ڈنڈوں پر گاتے پھریں اور رنڈیاں مجلسوں میں طبلہ سارنگی پر گاویں۔ قوال درگاہوں میں گاویں۔ حال لانے والے اس سچے حال پر حال لاویں اسی قدر مجھکو زیادہ خوشی ہوگی۔ میرا تو دل چاہتا ہے کہ دہلی میں ایک مجلس کروں جس میں تمام اشراف ہوں اور رنڈیاں بلواؤں مگر وہ رنڈیاں بھی مسدس گاتی ہوں۔ میں اس کل مسدس کو تہذیب الاخلاق[2] میں چھاپوں گا۔ میرے اُس استفسار کا جواب جن پر نشان درج کر دیا ہے بہت جلد مرحمت ہو۔ والسلام

خاکسار آپکا احسانمند تابعدار
سید احمد

شملہ پارک ہوٹل ۔ ۱۰ جون ۱۸۷۹ء

---

[1] مراد محمڈن کالج علیگڈھ جو اب مسلم یونیورسٹی کی صورت میں ہے۔ [2] ماہوار اردو رسالہ جسکو سرسید احمد نے ۱۸۷۰ء میں نکالا تھا۔

(۴) بنام مولانا حکیم جناب سید عبدالحی صاحب مرحوم ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ

جناب مولانا و مخدومنا مولوی سید عبدالحی صاحب

آپکا نوازش نامہ مملو از نصائح ارجمند پہونچا۔ میں آپ کی عنایت و ہمدردیٔ اسلامی کا نہایت شکر ادا کرتا ہوں میری بھی دعا اپنے لئے اور آپ کے لئے اور سب مسلمانوں کے لیئے خداوند کریم سے یہی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین[۱] آمین۔ والسلام۔

خاکسار

سید احمد علیگڈھ ۲ فروری ۱۸۹۸ء

(غیر مطبوعہ)

(۵) بنام مولوی عنایت اللہ صاحب بی۔اے دہلوی

آپ شمس العلما جناب مولوی ذکا اللہ صاحب دہلوی کے فرزند ارجمند ہیں آجکل شعبہ تالیف و ترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے ناظم ہیں۔ م۔ پ

عزیزی محمد عنایت اللہ!

تمھارا خط پہنچا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ولایت جانے کا خیال تمہارے

---

[۱] اھدنا الصراط ...... ولا الضالین ترجمہ ہمکو سیدھا راستہ (اے خدا) دکھا۔ ان لوگوں کا جن پر تونے اپنا فضل کیا۔ نہ کہ انکا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کا۔ م۔ پ

خیال میں جم گیا ہے۔ اور اُس نے تمھاری طبیعت پر بہت کچھ اثر کیا ہے مگر تم نے اُس کے سب پہلو اور اونچ نیچ پر کافی غور نہیں کیا۔ تمھاری طبیعت کی پریشانی جو اس خیال سے ہے مجھ کو بہت افسوس ہے۔ مگر تم ان لوگوں سے جن کو تم اپنا دلی دوست سمجھتے ہو بخوبی مشورہ لو اور اُس کے بعد کوئی فیصلہ کرو۔ یہ یقین جانو کہ دس ہزار روپیہ ہرگز کافی نہ ہوگا۔ تم سمندر میں غوطہ مارنا چاہتے ہو مگر بغیر اس کے کہ ہر امر پر بخوبی غور نہ کر لو غوطہ مارنا عقل کی بات نہ ہوگی۔ تم ایک ہفتہ کے لئے یہاں آؤ اور سید محمود سے اور مجھ سے بات چیت کرو۔ بلا شبہ وہاں پڑے رہنے سے تمھاری طبیعت گھبرا گئی ہے۔ ہم نے تمھاری بہتری کے لئے تا مقدور کوشش کی مگر تقدیر اُس کے موافق نہ تھی۔ والسلام

خاکسار

سید احمد علی گڈھ ۳۱ ر جولائی ۱۸۹۵ء

(خطوط سرسید)

(۶) خان بہادر مولوی ذکاءاللہ صاحب دہلوی کے نام

مخدومی مکرمی شمس العلماء خان بہادر!

حضور جناب وائسرائے و گورنر جنرل آف انڈیا ۲۶ ر نومبر کو علی گڈھ واسطے ملاحظہ کالج کے تشریف لاویں گے۔ اور اس سبب سے ضرورت ہوگی کہ صدر دروازہ مدرسہ سے اسٹریچی ہال[1] تک سُرخ بانات بچھائی جائے۔ جس کا فاصلہ قریباً پونے دو سو گز کا ہے بانات تو یہ

---

[1] مسلم یونیورسٹی میں ایک بڑا اور عمدہ ہال ہے

کے اوپر بچھائی جاتی ہے اور کوئی نقصان بانات میں نہیں ہوتا مگر یہاں
اس قدر بانات نہیں ملتی۔ سابق میں دہلی سے ایک بزاز لایا تھا اور چند گھنٹے
بچھا کر پھر اٹھا لے گیا اور شاید ۴ر گز کے حساب سے اس کو کرایہ دیا گیا تھا۔
آپ فی الفور جواب لکھیں کہ دہلی میں کوئی بزاز اس طرح بانات لانے کو راضی
ہے یا نہیں۔ اگر راضی ہو اور معتبر آدمی ہو تو اُس کو ۲۵ر نومبر تک بانات لیکر
یہاں آجانا ہوگا۔ ۲۶ر نومبر کو ۸۔۹ بجے بانات بچھائی جاوے گی اور ایک
بجے یا دو بجے اُٹھالی جاوے گی۔ امید کہ جلد تر اس کا جواب عنایت فرمایئے
والسلام۔

خاکسار
سید احمد علی گڈھ ۱۰ر نومبر ۱۸۹۷ء

(خطوط سرسید)

۱۰۔ نواب محسن الملک صاحب کے مکاتیب

پیدائش اٹاوہ ۱۸۳۷ء
مدفن علیگڈھ ۱۹۰۷ء

محسن الدولہ محسن الملک نواب سید مہدی علی خاں بہادر منیر نواز جنگ صاحب جناب
سرسید احمد صاحب کے ہمدم و ہمراز تھے۔ سرسید کے انتقال اور سید محمود خلف الرشید سرسید صاحب
کی چند روزہ سکریٹری شپ کے بعد ۱۸۹۷ء میں آپ علیگڈھ کالج کے آنریری سکریٹری ہوئے
تا زیست کالج کی خدمت نہایت محنت و جانفشانی کے ساتھ کی ہاں اس میں شک نہیں
کہ اردو نثر کی خدمت کرنا آپ کا مطمح نظر نہیں تھا تاہم ضمنی طور پر آپ نے یہ کام بہ
بوجوہ احسن انجام دیا ہے۔ آپ کا اسلوب بیان نہایت سادہ اور سنجیدہ ہے۔ م۔ چ

(۱) بنام جناب مولوی انوار احمد صاحب زبیری مارہروی

علیگڈھ ۱۹۰۵ء

عزیزی انوار احمد۔ تمھارے تار اور خطوط ملے۔ کالج اور کانفرنس[۵۱] اور ہمارے جملہ کاموں کے متعلق جو عمدہ اور مفید خیالات اہل رنگون کے دلوں میں تم نے پیدا کئے دل سے تمھارے لئے دعا نکلتی ہے۔

مسٹر سلیمان اور مسٹر جمال کے خطوط اور تار بھی میرے بلانے کے آئے مگر تم دیکھو تو کہ یہ دن میرے گھر سے نکلنے کے ہیں۔ آئے دن بیمار رہتا ہوں۔ بیگم صاحب کی طبیعت جدا خراب ہے۔ اٹاوہ میں بڑے بھائی بیمار ہیں۔ یہاں علیگڈھ میں طاعون پھیلا ہوا ہے۔ اس حالت میں رنگون کا سفر کیا تم نے میرے لئے آسان سمجھ لیا ہے اور کیا تم یہ یقین کئے بیٹھے ہو کہ میں تمھارے دو چار خطوں اور تاروں کے بھروسے پہ چل کھڑا ہونگا۔ ادھر لکھنؤ میں کانفرنس کرنے کا ارادہ ہے۔ نانپارہ[۵۲] سے بڑی کوشش کے بعد تیس ہزار کا وعدہ ہوا ہے۔ راجہ جہانگیر آباد[۵۳] اور راجہ محمود آباد[۵۴] کو مائل کرنے کی علیحدہ تدبیر ہو رہی ہے اور اودھ سے دوسری بہت سی امیدیں ہیں۔

ان سب امیدوں سے قطع نظر کرکے اگر میں رنگون گیا اور وہاں

---

۵۱ [illegible] مسلم ایجوکیشنل کانفرنس م۔پ ۵۲ ضلع بہرائچ میں ایک ریاست ہے۔م۔پ

۵۳ ضلع بلند شہر میں ہے۔م۔پ ۵۴ ضلع سیتاپور میں ہے۔م۔پ

سے جیتا لوٹا تب جانوں گا کہ دوبارہ زندگی پائی۔ بہرحال اودھ کی تمام اُمیدوں کو ترک کر کے صرف تمھارے بلانے اور اصرار کرنے سے محض اس لئے کہ تم نے اتنے دور دراز مقام پر پہنچ کر کالج کی بہبودی کے لئے کوشش کی ہے رنگون آتا ہوں میرے ساتھ ایک ڈاکٹر۔ مولوی شاہ سلیمان پھلواری والے[۱]۔ اور مولوی بشیر الدین بھی ہوں گے۔ خدمت گار علیحدہ ۔ روانگی کی اطلاع تاروں کے ذریعہ سے دوبارہ دوں گا۔ اب دیکھتا ہوں وہاں سے کیا ملے گا۔ اگر تیس ہزار بھی نہ ملے تو ہم بڑے گھاٹے میں رہیں گے۔ تمھارا شکر ادا کرنے کو جی نہیں چاہتا لیکن جو کچھ وہاں سے ملے گا میں یہ سمجھوں گا کہ تم نے دیا اور دلایا۔

محسن الملک

(۲) بنام طلبائے علیگڈھ کالج

علیگڈھ کالج کے یورپین اسٹاف اور پرنسپل کے خلاف ہو کر طلبا نے مارچ ۱۹۰۷ء میں زبردست اسٹرائک کی تھی۔ اسوقت یہ خط وچند دیگر خطوط لکھے گئے تھے م۔ پ

تمھارا خط آیا۔ تم مجھ سے ملنے کی خواہش کرتے ہو۔ غالباً جو جھگڑا اس وقت پیش ہے اس کے متعلق کچھ کہنا ہوگا۔ مگر میں تم لوگوں کی کل کارروائی پر نہایت متاسف اور بہت غمگین ہوں۔ شریف و سعید لڑکوں سے جیسا کہ میں اپنے نزدیک تم کو سمجھتا تھا اُن نالائق حرکتوں

[۱] پھلواری شریف، ایک مشہور بستی پٹنہ کے قریب ہے۔ م۔پ

کے عمل میں آنے کی امید نہ تھی جیسی کہ کل شب کو تم لوگوں سے ظہور میں آئیں۔ تمھاری کل کی حرکت نے میری تمام امیدوں کو خاک میں ملادیا اور میری ساری محنت کو برباد کر دیا۔ اور جو تقویت اور ہمّت مجھے تمھارے عمدہ کیرکٹر۔ عمدہ تعلیم و تربیت اور تمھاری خوبیوں کی شہرت اور ناموری سے ہوتی تھی،۔ اور جو مجھے اس پیرانہ سالی میں کام کرنے۔ گھر گھر مارے مارے پھرنے اور گداگری کی کشکول ہاتھ میں لئے پھرنے سے ہوتی تھی وہ سب میرے دل سے جاتی رہی۔ میں سمجھ گیا کہ مسلمانوں میں صلاحیت کا مادّہ باقی نہیں رہا ہے اور ان کی عمدہ حالت پیدا ہونے کا خیال بوالہوسی ہے۔ جس طرح تم کل پرنسپل۔ پروفیسروں۔ اور اُستادوں سے پیش آئے ہیں نے اب تک کسی کالج اور کسی مدرسہ کے شریر سے شریر لڑکوں کی نسبت ایسا کرتے ہوئے نہیں سنا۔ اگر میں بھی اس وقت آتا تو غالبًا مجھ سے اسی طرح پیش آتے اور مجھ پر تحقیر کے نعرے بلند کرتے۔ بلکہ اینٹ پتھر بھی پھینکتے۔ میں غلطی سے اب تک اپنے آپ کو تمھارا بزرگ اور تم سب کو اپنا عزیز فرزند سمجھتا تھا اور مجھے اس پر ناز تھا کہ وہ محبت جو میرے دل میں تمھاری ہے،اس کا اثر تمھارے دلوں پر بھی ہے، مگر افسوس میرا خیال غلط نکلا۔ میں تمھارے نزدیک انگریزوں کا خوشامدی اور کالج اسٹاف کا ایک مطیع فرمانبردار ہوں۔ اور تم میں سے بعض علانیہ کہتے ہیں کہ تم کو مجھ پر بھی بھروسہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں تم کیوں میرے پاس آنے کا یا بلانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اور

مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ کیا بعد اس کے کہ تم اپنے اُستادوں سے نہایت گستاخانہ
پیش آئے، مجھ سے اُمید رکھتے ہو کہ میں تمھاری تائید کروں گا اور ایسی
ذلیل حرکتوں پر تمھارا پشت پناہ بنوں گا۔ اور اب تم کیوں آتے ہو
آنے کا وقت گذر گیا جب تک یہ ناگوار واقعات پیش نہ آئے تھے اور پیش نہ
ہوئے جب میں لکھنؤ سے واپس آگیا تھا وہ وقت البتہ آنے اور اپنے
حالات اور شکایات سنانے کا تھا۔ اس وقت تم نے خود اختیاری اور
خودسری کی اور جو نہ کرنا تھا وہ کیا، اب ناحق تکلیف کرنے کا ارادہ
کرتے ہو۔ میں جیسا کہ اب تک تم کو اپنا عزیز اور اپنے آپ کو تمھارا
بزرگ اور بجائے باپ کے سمجھتا تھا۔ اور میرا دل تمھاری محبت سے
بھرا ہوا تھا، وہ تمھاری حیرت انگیز اور رنج دہ حرکتوں سے جاتا رہا۔ اب
میں کالج میں سکریٹری اور تم طالب علم ہو اور دوسرا کوئی رشتہ اب
میرے اور تمھارے درمیان باقی نہیں رہا۔ اب تم کالج کو اپنا سمجھتے ہو
اور کالج تمھاری ملکیت ہے اور تم نے مورچہ بندی کر رکھی ہے اور برہمی
پیدا کر رہے ہو، باہم جلسے کرتے ہو رزولیوشن پاس کرتے ہو اور جو کچھ
جی میں آتا ہے، کرتے ہو ایسی حرکتوں پر غالباً تم خوش ہو رہے ہو ایسی
حالت میں جب کہ نہ کوئی تمھارا ملجا ہے نہ ماوی نہ کسی کو اپنا مربی اور
سرپرست سمجھتے ہو، کیوں مجھ سے ملنے کا خیال پیدا ہوا ابھی تمھارے دماغ
میں نوجوانی کے غلط خیالات جوش زن ہیں اور زہریلی ہوا جو آج کل
چل رہی ہے، اُس کا اثر تم پر بھی پہونچ گیا ہے۔ ابھی تم وہی کرتے

رہو جو کرتے رہے ہو ۔ چند روز کے بعد جب یہ طفلانہ جوش جاتا رہے گا، تب تم سمجھوگے کہ ہم نے کیا کیا اور اپنے ساتھ خود کیا بھلائی کی ۔ تم ابھی انتظار کرو ۔ میں بھی انتظار کر رہا ہوں ۔ تم کو معلوم ہے کہ میرا دروازہ ہمیشہ تمہارے لئے کھلا رہتا تھا اور تم کو دیکھ کر درحقیقت ویسی ہی خوشی ہوتی تھی جیسی کہ اپنے عزیز بچوں کو دیکھ کر کسی بوڑھے باپ کو ہوتی ہے ۔ مگر تم نے اس کی بہت اچھی قدر کی اور اس بڑھاپے میں میری محنت اور محبت کا اچھا صلہ دیا ۔ میں تم سے صاف صاف کہتا ہوں کہ تم نے میرا دل توڑ دیا اور میری سب تمنائیں اور آرزوئیں خاک میں ملا دیں ۔ تم جو چاہو کرو اور جو کچھ اب تک نہ کیا ہو اور جو جوش دل میں ہو وہ سب پورا کر لو میرے پاس آنے اور میری باتیں سننے کی اب تم کو خوشی نہ ہوگی ۔ اس لئے آنے کا خیال نہ کرو ۔ اور اپنے دل کے حوصلے جو باقی ہیں وہ دل کھول کر نکال لو ۔ محسن الملک

(مکاتیب)

۱۱ ۔ نواب وقار الملک صاحب کے مکاتیب

پیدائش امروہہ ضلع مرادآباد ۱۸۳۹ء **وفات** امروہہ ۱۹۱۶ء

نواب وقار الدولہ وقار الملک مولوی حاجی مشتاق حسین خاں بہادر انتصار جنگ صاحب بھی سرسید کے عزیز ترین رفقا میں تھے ۔ آپ نے اُردو میں سرسید مرحوم کا تتبع کیا ہے ۔ آپ کے مکاتیب میں ملی جوش ہے اور دوراندیشی کا عنصر ہے ۔ م ۔ ب

(۱) بنام جناب حاجی محمد موسیٰ خاں صاحب رئیس دتاؤلی

علی گڈھ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۴ء کوٹھی جناب مولوی محمد سمیع اللہ خان بہادر سی۔ایم۔جی
مخدومی و مکرمی سلامت۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، معاف فرمائیے
کہ والانامہ کے جواب میں پھر تاخیر ہوئی۔ میں کوئی دس دن سے علیگڈھ
میں مقیم ہوں۔ کالج کا قانون از سر نو بنتا ہے۔ اسی ضرورت سے یہاں
قیام ہے اور ابھی چار پانچ دن اور بھی یہاں قیام ہوگا۔

نواب محسن الملک بہادر کل سلطان پور[1] گئے ہیں۔ وہاں راجہ
صاحب حسن پور نے مدعو فرمایا ہے۔ کالج کے لئے وہاں سے کسی بڑی
رقم کی امید ہے۔

میرا قصد اس موسم میں نینی تال کا نہیں ہے۔ ندوۃ العلماء[2] کے
متعلق ہز آنر[3] کو یہی اطمینان دلانے کی ضرورت ہے کہ ملک میں ایک
ایسے دار العلوم اور اس قسم کی کوشش کی ضرورت ہے اور ان کو مناسب
موسم میں دار العلوم میں تشریف لانے کی تکلیف دی جائے علیگڈھ کالج
کے لئے گورنمنٹ نے یہ منظور کیا ہے کہ ایک یورپین پروفیسر عربی کی تعلیم
کے لئے بلایا جائے جس کی تنخواہ گورنمنٹ دے گی اور وظائف کالج کے
مسلمان ہمدرد دیں۔ بی۔ اے کی تعلیم کے بعد ایم۔ اے عربی تب یہاں

---

[1] صوبہ اودھ میں ہے م۔پ [2] درس گاہ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ م۔پ [3] مراد ممالک متحدہ
آگرہ و اودھ کے گورنر جو پہلے لفٹنٹ گورنر کہے جاتے تھے، اس سبب سے ہز آنر لفظ مستعمل ہے۔ م۔پ

اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوگی۔ ضرورت کیا ہے کہ ندوہ علیحدہ قائم رہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ علیگڈھ کالج میں قریبًا قریبًا کل وہی لوگ تعلیم
پاتے ہیں جو وکالت یا سرکاری نوکری کے خواہشمند ہیں اور ابھی ایک
بڑا گروہ مسلمانوں میں وہ بھی ہے جو وکالت اور نوکری کے سوا اپنی اولاد
کو دوسرے کاروبار زمینداری و تجارت وغیرہ میں مصروف رکھنا چاہتا ہے۔
ان کے لیے ندوہ کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ عمدہ تعلیم و تربیت کا نہیں
ہے اور ان کو یونیورسٹی کی قیود میں مبتلا کرنا کچھ ضرور نہیں ہے۔ یہ
لوگ تمام علوم عربی و اردو میں حاصل کریں گے۔ اور صرف زبان انگریزی
سیکھیں گے۔ مع ہذا ابتدائی چند سالہ تعلیم ندوہ کی ایسی ہے کہ اس کے
بعد طالب علم ابتدائی دنیوی و دینی تعلیم حاصل کرے گا اور اس کے بعد
پھر وہ انگریزی مدارس میں بہت زیادہ کامیابی کے ساتھ تعلیم پا سکے گا۔

یہ فرمائیے کہ گورنمنٹ سے کچھ مدد لینے کا بھی ارادہ ہے یا نہیں؟

امروہہ کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی صاحب محمد صدیق
نامی ندوہ کے واسطے چندہ وصول کرنے کی غرض سے امروہہ تشریف
لائے ہوئے ہیں۔ اور غریب خانہ پر مقیم ہیں۔ کیا یہ قابل اور مجاز وصول
چندہ ہیں؟ اس خاص فقرہ کا جواب جو مجھ کو عنایت ہوا اس کا خلاصہ
محمد صبغۃ اللہ بی۔ اے کے نام براہِ راست امروہہ کو براہ عنایت بھیجدیا
جائے جو میرے داماد ہیں۔

صاحبزادگان کو بہت بہت سلام مسنون پہونچے۔ والسلام۔

خاکسار مشتاق حسین

مجھ کو ابھی مولوی حبیب الرحمٰن خان صاحب سے معلوم ہوا کہ جناب مولوی سید علی الحی
صاحب بھی وہیں تشریف رکھتے ہیں۔ میرا بہت سلام مسنون نیاز جناب ممدوح کی
خدمت میں پہونچے۔ (م) (مکاتیب)

(۲) بنام جناب مولوی امام الدین صاحب

امروہہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۰۷ء

جناب مخدومنا مولوی امام الدین صاحب زاد مجدکم۔ السلام علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ گرامی نامہ رقم زدہ ۲۹ شہر رواں نے عزت بخشی۔
جناب کے نام نامی سے میں پیشتر سے واقف ہوں۔ آپ ان بزرگواران
قوم میں سے ہیں جو دامے۔ درمے۔ قدمے۔ سخنے۔ ہمیشہ قوم کی خدمت گذاری
میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ جو کچھ بھی تحریر فرمائیں گے وہ میرے
لئے ہدایت نامہ ہوگا۔ اور صدور گرامی نامہ باعث افتخار۔ باقی جو
کچھ مہربانی سے احقر کی نسبت ارشاد ہوا ہے اس کے مطالعہ سے
اس کے سوا کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ من آنم کہ من دانم۔

نواب محسن الملک کے سانحہ نے قوم کی کمر توڑ دی ہے اللہ تعالیٰ
مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ وہ اپنے بعد قوم میں کوئی اپنی
سی قابلیت کا شخص نہیں چھوڑ گئے آسمان جب بہت کچھ چکر کھاتا ہے
تب کہیں اس طبیعت کے بزرگ پیدا ہوتے ہیں اور آیندہ تو اس

فیشن کے بزرگوں کا پیدا ہونا ظاہرا محال معلوم ہوتا ہے۔ لکچرار ہوں گے۔
اسپیکر ہوں گے، فلاسفر ہوں گے، قوم کے ہمدرد بھی پیدا ہوں گے۔
یہ سب کچھ ہوگا لیکن افسوس نواب محسن الملک کی سی خوبیوں کا
بشر دیکھنے میں نہ آئے گا۔ علیگڈھ میں اب ان کی یادگار قائم ہوئی
ہے۔ محسن الملک میموریل فنڈ کے نام سے۔ اُمید ہے کہ اس کام میں
بھی آپ ویسی ہی ہمت صرف فرماویں گے جیسی کہ آپ سے توقع
ہے۔ والسلام۔

خاکسار مشتاق

(مکاتیب)

(۲۴) بنام جناب منشی محمد امین صاحب زبیری مارہروی مہتمم تاریخ ریاست بھوپال

امروہہ ۱۳ جنوری ۱۹۱۱ء

عزیز القدر منشی محمد امین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ۔ ۱۰ جنوری کا محبت نامہ آج وصول ہوا ہے۔ شکریہ قبول کیجئے۔
نواب محسن الملک مرحوم ومغفور کی سوانح عمری لکھنے کا جو آپ نے قصد
کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جزائے خیر آپ کو دے۔ اور اگر آپ اس کو
اچھی طرح لکھنا چاہتے ہیں تو خود کسی وقت حیدرآباد کا سفر کیجئے وہاں آپ
کے ہر ایک معاملہ[1] ل سکے گا۔ اور جب آپ قصد کریں گے تو میں بھی کوئی خط
کے لئے دوں گا۔ یہ خط نواب فریدون جنگ پرائیویٹ سکریٹری
کے نام ہوگا۔ حیدرآباد آفرس میرے پاس نہیں ہے اور نہ اس کی توقع

---

[1] یعنی معاملات مہ چہ

رکھیے کہ میں قلمی مدد دے سکوں گا۔ میری حالت روزمرّہ کے خط وکتابت
کی اجازت بھی اب مجھکو مشکل ہی سے دیتی ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے
کہ نہیں دیتی اور اب تندرستی کی حفاظت اس پر منحصر ہے کہ لکھنا پڑھنا
سب ترک ہو۔ مگر خو سے لاچاری ہے کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ آج سترہ
دن ہوئے جو میں لکھنؤ سے واپس آیا ہوں۔ اس سترہ دن میں تین
حملے میرے اوپر اسہال اور پیچش کے ہو چکے ہیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ
طبیعت اب اصلاح پر آرہی ہے۔

خاکسار مشتاق حسین

(مکاتیب)

(۴) ایضاً

عزیز القدر منشی محمد امین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ۔ میں بہت خوشی سے عزیزی ظفر حسین سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت
جناب فنانس[1] سکریٹری کی خدمت میں لکھنے کے لئے تیار ہوں، لیکن
ابھی تک اُن کے امتحان کا نتیجہ معلوم نہیں ہوا خود ظفر حسین خیال کرتے
ہیں کہ غالبًا وہ کامیاب ہوں گے۔ او رخدا ہمچنیں کند، لیکن جب تک یہ
نتیجہ ظاہر نہ ہو جاوے میری سفارش کے الفاظ بہت کمزور ہوں گے۔
اس پر غور کر لیجیے مشتبہ نتیجہ کی حالت میں ہر ایک مدد جو چاہی جاوے

[1] مالیات۔ م۔ پ۔

وہ بھی مشروط و مشتبہ ہوگی ۔ اس کا جواب فوراً لکھئے ۔ والسلام ۔

خاکسار شتاق حسین

یہ اُمید نہ تھی کہ آپ بالا بالا بھوپال کو واپس چلے جاویں گے ۔

مشتاق حسین

(مکاتیب)

۱۲ ۔ علامہ حضرت شبلی نعمانی کے مکاتیب

پیدائش اعظم گڈھ ۱۸۵۷ء　　　　وفات اعظم گڈھ ۱۹۱۴ء

جناب مولانا شبلی نعمانی صاحب کو اپنی بے بہا تصنیفات و نیز تحقیق و تدقیق و تنقید کی بدولت علمی و ادبی طبقہ میں جو شہرت نصیب ہوئی ہے وہ اظہر من الشمس ہے ۔ ان کے مکاتیب نہایت مختصر ہیں مگر اس اختصار کے ساتھ معنی میں پوری وسعت ہے اور وہ کافی دلچسپ ہیں ۔ م ۔ پ ۔

(۱) پدر بزرگوار جناب شیخ حبیب اللہ صاحب کے نام

۹۷

قبلہ ام ! تسلیم ۔

گو میرا قلم خامہ نقاش کی ہمسری کرے جس سے میں اس عجیب و غریب مقام (نینی تال) کی پوری تصویر کھینچ سکوں تاہم مجھکو یہ امید نہیں کہ اس کوشش سے عزیزان وطن کو جو میرے خط پر آنکھ لگائے بیٹھے ہوں گے اپنے شوق و انتظار کا صلہ مل جائے گا ۔

میں بے تکلف تسلیم کرتا ہوں کہ نینی تال ایک عجیب اور حیرت انگیز مقام ہے لیکن اگر تعجب انگیز، اور دلچسپ فرحت زا ہونا دو جداگانہ چیزیں ہیں تو مجھ ایسے ایشیائی خیال آدمی سے یہ اُمید رکھنا عبث ہے کہ میں اُس کو 'فرحت زا' بھی مان لونگا۔ ہاں جو لوگ انگریزوں کی ہر ادا پر جان دیتے ہیں اُن کا مذہب کیا پوچھنا ہے ہرچہ آید در دلم غیر تو نیست۔

اب حالات سنئے۔

کارٹ گودام تک ریل ختم ہوتی ہے اور پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ کارٹ گودام سے نینی تال ۱۲ میل ہے مگر تمام راستہ قدرت الٰہی کی نیرنگی و عظمت کا مرقع ہے۔ عرض میں پانچ چھ ہاتھ زمین چھوٹی ہوئی ہے، جس پر رستہ چلتا ہے باقی ایک طرف پہاڑ کی وہ ہیبت ناک دیوار ہے جس کی طرف دیکھنے سے نگاہ کانپ جاتی ہے۔ دوسری جانب نہایت عمیق ہولناک غاروں کا سلسلہ ہے اور اگر اس پہاڑ میں سخت سردی نہ ہوتی تو یہ غار بڑے بڑے اژدر اور موذی جانوروں کے دارالسلطنت ہوتے۔ نینی تال جب تین میل رہ جاتا ہے تو پہاڑ کی چڑھائی شروع ہوتی ہے سطح زمین سے اس مقام کا ارتفاع تین میل سے کم نہیں مگر اس کج و پیچ سے راہ نکالی ہے کہ بے اختیار انگریزوں کی ہمت پر آفریں کی صدا بلند ہوتی ہے۔ آپ خود خیال کر سکتے ہیں کہ جو کوٹھا تین میل کا اونچا ہوگا اس کے زینے کیسے پیچ اور دشوار گذار ہونگے کوئی شخص کیسا ہی بے حس یا مستقل دل رکھتا ہو یہاں پہونچکر ممکن نہیں کہ حیرت کے

صدمہ سے بچ سکے۔تال جو ایک میل سے زیادہ لمبا ہے یہ ایک نہایت گہرا
غار ہے، جس کی تھاہ اب بھی غیر معلوم ہے۔اس میں مدت سے قدرتی
چشموں کا پانی گرتا ہے اور اب وہ بھر گیا ہے اور تال کے لقب سے ممتاز
ہے۔شام کو اس کے کنارے میموں اور مسوں کا مجمع ہوتا ہے اور مختلف
طرح کے کھیل کھیلتی ہیں۔سامنے ایک میدان ہے جس میں انگریز کرکٹ
کھیلتے ہیں۔یہ سب کچھ ہے مگر چونکہ اس کے دونوں طرف پہاڑ کی نہایت
اونچی دیواریں کھڑی ہیں مجکو یہ جگہ چہار طرف سے نہایت بند اور گھٹی
ہوئی معلوم ہوئی۔مجکو یقین ہے کہ جو شخص صحرائیت اور فضائیت کا
دلدادہ ہے میرے دعوے کی شہادت پر فوراً آمادہ ہوگا۔جس کوٹھی میں میں
ہوں بہت بلندی پر نہیں ہے تاہم دو دن کی مشق میں نیچے تک پہونچ
اور واپس آنے میں میرا دم ٹوٹ جاتا ہے اور کئی جگہ ٹھہرنا پڑتا ہے۔ہر ایک
کوٹھی سے انگریزوں کی بے روک ہمت اور پرجوش محنت کی شہادت
ملتی ہے۔یہاں جو کچھ آرام ہے صرف یہ ہے کہ کسی وقت یہاں آفتاب کی
عملداری نہیں ہونے پاتی۔یہی بات ہے جس کے لئے انگریزوں نے
لاکھوں کروڑوں روپئے صرف کر دئے ہیں۔در حقیقت ہم کو انگریزوں
سے سبق سیکھنا چاہئے کہ محنت سے پہاڑوں پر مستقدم ہیں اور کوئی کام
دنیا میں ناممکن نہیں۔رمضان تو خوب گذر رہا ہوگا۔مجکو اگر کچھ دلچسپی
ہے تو اسی سے۔جس کوٹھی میں ہوں سید صاحب کے حقیقی بھتیجے
بھی مع اہل و عیال کے تشریف فرما ہیں اور مجکو بھی مشکل سے جگہ ملی

یقیناً اگر میاں محمد آتے تو نہایت تکلیف اور سید صاحب پر بار ہوتا۔ تحریر فرمایئے کہ مدرسہ کے لئے کیا ہوا، منشی جی نے رقعہ لکھا یا نہیں۔ میرا خط محمد سمیع کو عنایت ہوتا کہ تمام لوگ یہاں کے حالات سے مطلع ہو سکیں۔ میرا پتہ یہ ہے۔ نینی تال کوٹھی نمبر ۱۱۶۰ ایڈونیسٹوایا پاٹا فرودگاہ سید احمد خان۔

شبلی نعمانی

۲۵ مئی ۱۸۹۶ء

(مکاتیب شبلی حصہ اول)

(۲) عالی جناب سرسید احمد خاں صاحب کے نام

مطاعی!

افسوس ہے سفر کی روا روی میں عریضہ نہیں لکھ سکا۔ علی گڑھ مہینہ بھر کے لئے میرے نام جاری کر دیا جائے کہ کالج کے حالات معلوم ہوتے رہیں۔

اگست کی تنخواہ بھیج دی جائے۔

غبن[1] کا معاملہ خدا کرے بخیر انجام ہو۔

ہم لوگ بایمان و یقین جانتے ہیں کہ اور صیغوں میں بھی نہایت ابتری ہے مگر جرأت اظہار نہ تھی۔ کم سے کم سال میں قاعدہ کے موافق

---

[1] کالج کے ایک کلرک نے ایک بڑی رقم کا غبن کیا تھا۔ م۔ چ

جانچ تو ہونی چاہیئے[1] والتسلیم

شبلی اعظم گڈھ ۱۲ دسمبر ۱۸۹۵ء

(مکاتیب شبلی حصہ اول)

(۳۳) محسن الملک نواب مہدی علی خاں کے نام

جناب من!

والانامہ ورود فرما ہوا۔ سنٹرل کمیٹی کی ممبری میرے لئے موجب فخر ہے، لیکن میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ بغیر کسی خدمت و محنت کے محض فخر کے لئے اپنا نام اس فہرست میں لکھواؤں۔

میں سال بھر سے بیمار اور ضعیف ہوں کوئی دماغی کام نہیں کرسکتا۔ تصنیف کا مشغلہ بالکل بند ہے جب کسی کام کرنے کے قابل ہونگا

---

[1] جناب سید صاحب اس مکتوب کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

مخدومی!

جن صیغوں میں آپ کے نزدیک ابتری ہے ان کے نام بتانے ضروری ہیں اُمید کہ اس سے مطلع فرماویں گے۔ والسلام۔

سید احمد علیگڈھ ۱۵ ستمبر ۱۸۹۵ء

(مکاتیب شبلی حصہ اول)

تو نہایت فخر سے اس عہدہ کو قبول کروں گا[1]
شبلی اعظم گڈھ ۱۹ مارچ ۱۹۰۸ء
(مکاتیب شبلی حصہ اول)

(۴) مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے نام

میری کتابوں میں ایک قلمی کتاب فارسی زبان میں میخانہ نام ہے۔ چھوٹی تقطیع ہے اور شعرائے فارسی کا تذکرہ ہے در موضوع صرف وہ شعراءہیں جنھوں نے کوئی ساقی نامہ لکھا ہے[2] اس کو حسب ذیل پتہ سے بھیجدو لیکن رجسٹرڈ اور جوابی رجسٹری کے ساتھ۔

خواجہ حسین الدین صاحب پھاٹک سلیم شاہ بنارس

---

[1] جناب نواب صاحب نے اس مکتوب کے جواب میں لکھا تھا۔

مکرمی!

یہ خط واپس ہے منظوری کا عنایت نامہ عنایت ہو۔ عذر نامسموع براہ کرم ضرور منظور فرمائیے مجھ پر احسان ہوگا۔

مہدی

(مکاتیب شبلی حصہ اول)

[2] ساقی نامہ کا نام اس نظم کے لیے خاص ہے جو دعوت خمر میں ہو۔ م پ۔

آج الندوہ کے لئے ایک مضمون بھیجتا ہوں۔

شبلی ۱۸ ستمبر ۱۹۰۶ء

(مکاتیب شبلی جلد دوم)

(۵) بنام محترمہ جناب عطیہ بیگم صاحبہ فیضی

مکتوب الیہا و محترمہ جناب زہرا بیگم صاحبہ فیضی بمبئی کی مشہور تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین ہیں۔ ہندوستان کے علاوہ ان دونوں معزز بہنوں کا معرکۃ الآرا احترام ٹرکی میں بھی ہو چکا ہے۔ چنانچہ سلطان عبدالحمید خاں صاحب مرحوم نے ان دونوں بہنوں کو نشان شفقت عطا فرمایا تھا جو طبقہ نسواں کا مخصوص تمغہ ہے۔ ہر ہائینس نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ خلد مکان۔ سابق فرمانروائے بھوپال کے علاوہ غالباً یہ دونوں ہندوستانی خواتین محترم ہی ہیں جن کو سلطنت عثمانیہ سے تمغے مرحمت ہوئے ہیں۔ م تو

عزیزی! عطیہ فیضی

مفصل خط ابھی لکھ چکا ہوں، اور دو خفیف غلطیاں ظاہر کر چکا ہوں اور اس خط میں دو ایک اور لکھتا ہوں۔ یہ درحقیقت چنداں قابل گرفت نہیں لیکن فصاحت کے خلاف ہے۔

غلط	صحیح
تا آپ دیکھ لیں	تاکہ آپ دیکھ لیں
آپ کو کتنے کام ہوں گے	آپ کو بہت سے کام ہوں گے
محاورہ کروں	محاورہ پیدا کروں

؎ لکھنؤ کا ماہواری رسالہ کاتب موصوف جس کے اڈیٹر تھے۔ م۔ ب۔

"موزانہ انیس و دبیر" اگر دیکھ سکو تو دیکھا کرو۔ اس سے اُردو میں بہت بصیرت ہو سکتی ہے۔ کیا ایک نسخہ اس کا بھیج دوں"

آزاد کی "سخندانِ فارس" کا حصہ دوم جواب شایع ہوا ہے۔ دیکھنے کے قابل ہے۔ وہاں نہ ہو تو میں بھیج دوں۔ شعر العجم کا دوسرا حصہ جو زیر تحریر ہے تمہارے دیکھنے کے قابل ہوگا۔ والسلام۔

شبلی ندوہ۔ لکھنؤ۔ ۱ مارچ ۱۹۰۸ء

(خطوط شبلی)

(۶) بنام محترمہ جناب زہرا بیگم صاحبہ فیضی

خاتون محترم! سلام شوق:۔

عنایت نامہ پہنچا، شکایت اس لحاظ سے تھی کہ کتاب آپ نے ویلیو کیوں منگوائی، میری تصنیفات میں سے بعض کالج یا ندوہ وغیرہ کی ملک ہیں۔ بعض خود میری ہیں یعنی موزانہ، علم الکلام، سوانح مولانا روم یہ تینوں کتابیں خاص احباب اور اعزا کے لئے ہی وقف ہیں، ان کو بہ قیمت نہ منگوائیے، البتہ جو کتابیں میری ملک نہیں رہیں ان کو بہ قیمت منگوانے کا اختیار ہے۔

الندوہ بھی ندوہ کا پرچہ ہے، ورنہ وہ بھی ہدیۃً ارسال ہوتا ہے شبہ یہ پرچہ اشاعت کے قابل ہے، پچھلی جلدوں میں قیمتی تاریخی اور علمی مضامین ہیں، وہ جاری کر دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ عزیزی عطیہ بیگم

کی نظر سے بھی گذرے ۔ یہ میں اُن کے نام بھی جاری کر دیتا ہوں اور چونکہ انھوں نے خود نہیں مانگا ہے ۔ اس لئے ہدیۃً جائے گا، اس سے تو اطمینان ہوا کہ میرا خط عزیز موصوف کو پہنچ گیا ۔ لیکن جواب نہ آنے کا خیال ہے چونکہ کوئی امر چنداں جواب طلب نہ تھا اس لئے شاید جواب قلم انداز کیا گیا ہو۔

وہ بڑودہ کب تک رہیں گی ۔

آپ نے اعظم گڈھ آنے کا وعدہ بہت لمبا کیا ۔ برسوں کے بعد آئیں تو میں اتنا ممنون نہ ہوں گا فاطمہ اور صغریٰ مکان پر ہیں ، جب ملوں گا تو آپ کا سلام کہدوں گا "ندوہ" نے مجھکو بے گھرا کر دیا ہے ۔

برسوں گھر جانا نہیں ہوتا ۔

والدہ صاحبہ کو تسلیم کہئے ۔ باقی لوگ تو وہاں نہ ہوں گے سلام کیا لکھوں ؟

شبلی ندوہ لکھنؤ ۲۸ فروری ۱۹۰۸ء

(خطوط شبلی)

۳۔ مولانا محمد حسین صاحب آزاد کے مکتوبات

پیدائش دہلی ۱۸۳۱ء وفات لاہور ۱۹۱۰ء

اردو نظم و نثر دو نوں میں جو ترقیاں ہوئی ہیں ان میں شمس العلما مولانا محمد حسین صاحب آزاد سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کا ہاتھ کچھ کم نہیں ہے ۔ آپ کے مکتوبات بڑے پُر لطف اور کارآمد ہیں ۔ م ۔ پ

(۱) بنام جناب سر سید احمد خاں صاحب اعلی اللہ مقامہٗ

یاحضرت! آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ملک پنجاب میں بہت تھوڑی بیبیاں پڑھی لکھی ہیں اور جو ہیں تھوڑا پڑھی لکھی ہیں۔ گھروں میں بیٹھی اللہ اللہ کرتی ہیں۔ اور اسی نعمت میں خوش ہیں۔ ہم ملک و دولت کے کاموں سے الگ ہیں۔ پھر بھی جتنا سنتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ہندوستان کے لوگوں کو بہت سمجھایا ہے اور جتایا ہے کہ یہ لوگ اپنی بدنصیبی سے جس مفلسی اور بدحالی اور بے عزتی میں پڑے ہیں۔ سب بے علمی کے سبب سے ہے۔ آپ کی ہدایتوں سے لوگ بہت سمجھ گئے ہیں۔ اور تھوڑا ہو یا بہت۔ ان باتوں کا خیال ہو گیا ہے۔ آپ نے سب کو بھلائی کا رستہ بتایا۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔

ہم سنتے ہیں کہ آپ نے علیگڈھ میں ایک مدرسہ بنایا ہے۔ اس میں لوگ بڑے بڑے علموں کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ اور بڑی عزت کی نوکریاں پاتے ہیں۔ اللہ آپ کی اور آپ کے اولاد کی عزت بڑھائے۔

ہم نے سنا ہے کہ آپ نے بہت اچھی اچھی نئے نئے علموں کی کتابیں اُن کے لیے تیار کی ہیں۔ اور اخبار بھی چھاپتے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے لوگوں کی بہت آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اور دل بڑھ گئے ہیں

خدا آپ کی نیت میں برکت دے۔

ہم نے سنا ہے کہ آپ نے اپنے مدرسہ میں ہمارے بچوں کے لئے رہنے سہنے کے گھر اور کھانے پینے اور آرام کی سب چیزیں بہت اچھی طرح بنوا دی ہیں۔ اور آپ اور آپ کے دوست، ہر وقت ان کی دیکھ بھال رکھتے ہیں۔ اور دین۔ آئین، نماز روزے کے لئے بھی تاکید رکھتے ہیں۔ اس بات کو سن کر جس طرح پہلے بچوں کو باہر بھیجنے سے ہمارا جی ڈرتا تھا اب خاطر جمع ہو گئی ہے۔ اسی طرح آپ کا اور آپ کے بچوں کا اللہ نگہبان ہے۔

ہم نے سنا ہے کہ جو لڑکے اچھے پڑھنے لکھنے والے اور شوق والے ہوتے ہیں۔ انھیں آپ ولایت لنڈن میں پہنچاتے ہیں۔ اور وہاں پڑھتے ہیں۔ اور آتے ہیں تو بڑی عزت پاتے ہیں۔ ملک میں علم پھیلاتے ہیں اور بھائی بندوں کو فیض پہنچاتے ہیں۔ اس سے ہمارا جی بہت خوش ہوا۔ اور دلوں سے دعائیں نکلتی ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ اولاد ماں باپ کو جان سے سوا پیاری ہے۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ماں اپنے بچوں کو باپ سے کتنا زیادہ چاہتی ہے۔ سمجھ لیجئے کہ ہمارے دل مردوں سے کتنا زیادہ آپ کو دعائیں دیتے ہوں گے۔

ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ بعض اوچھے۔ بے ہمت آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ اور آپ کے نیک کاموں اور بڑے بڑے ارادوں کو دیکھ کر جلتے ہیں۔ اور اس کی بھلائیوں کو برائی بنا کر دکھاتے ہیں۔ اور جلتے

ہوئے کام کو روکنا چاہتے ہیں[1]۔ اللہ ان کو روکے اور نیک توفیق دے۔

آپ پیرومرشد ہیں۔ سید ہیں۔ آل رسول ہیں۔ اور سب کی بھلائی کے لئے محنت اور ہمت کرتے ہیں۔ یہ نذرانہ غریبانہ کے ہاتھ کا پسینہ اور آنکھوں کا تیل ٹپکا کر جمع کیا ہے۔ آپ کے لائق نہیں۔ لیکن مان کا پان ہے۔ اور سچے دل کی نیاز ہے۔ اُمیدوار ہیں کہ قبول ہو۔

(پنجاب کی مسلم بہنوں کی طرف سے) آزاد (مکتوبات آزاد)

(۲) بنام جناب پرنسپل صاحب گورنمنٹ کالج لاہور

۷ جناب عالی!

جو رپورٹ میں نے عربی جماعتوں کے باب میں کی ہے اُس کا مطلب فقط یہ ہے کہ بعض لڑکے خاص خاص سبب سے ایسے رہ گئے ہیں کہ انھیں حاجت پوچھنے کی ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جماعت میں اچھے بھی ہوتے ہیں اور سست لڑکے بھی ہوتے ہیں۔ چونکہ حضور کی طرف سے قطعی ممانعت تھی کہ معمولی گھنٹہ کے سوا کچھ نہ بتاؤ۔ اس قید کے ڈھیلا کرنے کے لئے میں نے اجازت چاہی تھی۔ مجھے گھنٹے بڑھا دینے میں کچھ عذر نہیں مگر سب طلباء منظور نہیں کرتے حضور پر روشن ہے کہ مجھے اُن کی تعلیم میں جس قدر محنت اور صرف وقت ہونے میں خوشی ہے۔ میری دانست میں سب سے بہتر یہ ہوگا کہ بعد برخاست

---

[1] اول اول بعض حضرات نے سرسید کے تعلیمی و اصلاحی کاموں کی سخت مخالفت کی تھی۔

دو تین گھنٹہ کالج میں رہا کروں، اس میں اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہوا کرے تو پوچھ لیا کرے نہ پوچھے تو میری طرف سے کوئی خواہش نہیں۔ آیندہ جو حضور کی رائے میں مناسب ہو وہ انتظام فرماویں۔

محمد حسین عفی عنہ

(مکتوبات آزاد)

(۳۴) بنام شاگرد رشید جناب لالہ دنی چند صاحب وکیل متوطن جگراون ضلع لدھیانہ

صالہ

عزیز من! میرے دل پر یقین ہے کہ تمہارے دل پر کیسے اضطراب گذر رہے ہوں گے۔ مگر یہ بھی خیال ہے کہ تم کہتے ہوگے کہ محمد حسین کو کیا غرض ہے جو خیال رکھا ہوگا۔

میرا یہ حال ہے کہ باوجود کثرت پریشانی اور شدت جنون کے ایک لحظہ اس تلاش و کوشش سے خالی نہیں مگر کوئی بات اس وقت تک قابل اطلاع نہ تھی۔ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ تمہاری ذیل کے تھے، سب کے باب میں منظور و نامنظور جو ہونا تھا ہو گیا۔ مگر تمہارے باب میں کچھ معلوم نہیں۔

مجبوراً ایک عرضی اور خدمت میں صاحب رجسٹرار یونیورسٹی کے تمہاری طرف سے لکھ دی ہے کہ آپ پھر اس باب میں رجسٹرار چیف کورٹ کو لکھیں تاکہ کچھ حال تو معلوم ہو۔ اسی قدر چاہئے تمہاری تم کو لکھ دیا اور

اس میں یہ بھی مطلب ہے کہ تمھیں معلوم رہے کہ تمھاری طرف سے
میں نے عرضی دی ہے یعنی تمھاری طرف سے مجھے اجازت ہے کہ مناسب
حال تحریر کرتا رہوں اور میری کوئی تحریر تمھارے اس معاملہ میں بمنزلہ
تمھاری تحریر کے ہے۔ فقط

محمد حسین عفی عنہ ۲ ۔ دسمبر ۱۸۷۸ء
(مکتوبات آزاد)

(۴) بنام میجر جناب سید حسن صاحب بلگرامی

جناب میجر صاحب اگرچہ ایک فوجی ملازم تھے مگر اپنے ذاتی وخاندانی ذوق وشوق کے
ذریعہ عربی فارسی اردو اور ترکی کے ایک لاثانی ادیب بن گئے تھے اور ۱۹۱۳ء میں (اپنی
وفات سے دو سال قبل) مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے تھے۔ م۔ پ

۷ عالی جناب من ادام اجلالکم تسلیم۔ عنایت نامہ باعث اعزاز ہوا۔
رات کو دس بجے میں گھر پہونچا۔ اس وقت خطوط اور کارڈوں کا انبوہ
سامنے ہے۔ دل دربار[1] میں ہے اور دو دو حرفوں میں سب کو ٹال رہا
ہوں۔ آپ کی تحریر کا جواب فرصت چاہتا ہے۔ مجھے فرصت کہاں ہے۔ تو
آپ کو معلوم ہے کہ مآثر الامرا[2] اور سوانح اکبری کسی زمانہ میں دیکھی تھیں
یہاں تلاش بھی اور نہیں ملتی تھیں۔ چند مقاموں میں پرانی کتابوں

---

[1] مراد دربار اکبری نامی مولانا کی گراں بہا تصنیف جس میں شہنشاہ اکبر و دیگر ارکین
سلطنت کے حالات شرح وبسط کے ساتھ مندرج ہیں۔ م۔ پ [2] اس فارسی کتاب میں
ان امرا کے حالات مندرج ہیں جو عہد مغلیہ میں مختلف جلیل القدر عہدوں پر ممتاز تھے۔ م۔ پ

کا پتا لگا تھا۔ ۶ دن میں بھاگا گیا اور دوڑا دوڑا آیا۔ جو کچھ ہاتھ لگا اُسے
دیکھتا گیا۔ اور یادداشتیں لیتا گیا۔ مآثر الامرا بھی مل گئی شکر کا مقام ہے
کہ جو کچھ میں نے دانہ دانہ اور قطرہ قطرہ کرکے جمع کیا ہے وہ مآثر الامرا سے
بہت زیادہ نکلا۔ پھر بھی حق گذرنا کفر ہے۔ ہر شخص کے حال میں تین تین چار چار
نکتے مل گئے اور اچھے مل گئے۔ سب سے زیادہ یہ ہے کہ اب جو دربار اکبری
کا مشاہدہ کرے گا۔ یہ نہ کہہ سکے گا کہ آزاد کو مآثر ہاتھ نہیں آئی۔

دونوں صورتوں کی تفصیل آپ اب پوچھتے ہیں۔ افسوس
دیباچہ لکھنے کی نوبت ابھی کہاں آئی۔ خدا وہ دن کرے۔ دو صورتیں
یہ کہ ایک تو وہی معمولی طریقہ کہ ایک نسخہ پہلے ممدوح کو بھیجا۔ اور
استمزاج کیا، ممدوح نے منظور فرمایا۔ مصنّف نے شکریہ ادا کیا۔ دوسری
صورت کا مضمون آئینۂ خیال میں ایک تصویر موہوم ہے اور اس وقت
فرصت مفقود۔ اچھا میں خاصہ خلاصہ قلمبند تو کرتا ہوں دیکھوں کچھ
رنگ دیتا ہے یا نہیں۔ اُس کا مضمون یوں تصوّر فرمائیے کہ جب اس
موقع پر آب و رنگ اپنی دستکاری خرچ کر چکے تو عالم بالا کے پاک
نہاد نزہین پر اُتر آئے۔ دسوں عقلیں پانچوں حواس غور و فکر و وہم و
خیال وغیرہ وغیرہ سے انجمن منعقد ہوئی۔ مانی و بہزاد کی روحوں نے
اُس کے سامنے ادب سے سر جھکایا۔ پہلا امر یہ پیش ہوا کہ یہ دربار کہاں
سجایا جائے۔ سب نے دوربینیں اُٹھائیں اور شش جہت میں
نگاہیں دوڑائیں۔ کہیں موقع کی جگہ نظر نہ آئی مگر وہ ایوان عالیشان

وغیرہ وغیرہ۔ وہم نے اعتراض کیا کہ جب تک ممدوح سے اجازت نہ حاصل ہو ایسی جسارت زیبا نہیں۔ آزاد نے کہا سحر کا نور، شفق کی سُرخی۔ صبح کا عالم جب نظر آتا ہے۔ اہل دل کہتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ صبا و نسیم پھولوں کی شمیم لاتی ہیں۔ دل کہتا ہے صلِّ علیٰ۔ اس میں آفتاب سے اجازت اور اس میں خسروِ گل سے استمزاج کون کرتا ہے۔ میں نے ایسا ممدوح یہاں پایا۔ اس کے دامنِ اقبال سے وابستہ کیا وغیرہ وغیرہ اسے سب نے تسلیم کیا۔ اب غائبانہ عرض کرتا ہوں کہ وغیرہ وغیرہ میری دانست میں یہ بھی ایک نیا مضمون ہے اور اس میں کچھ ہرج نہیں۔

۲۶ ستمبر ۱۸۸۲ء

محمد حسین عفی عنہ آزاد

لاہور۔ بتی دروازہ

(مکتوبات آزاد)

(۵) ایضاً

جناب من دام مجدکم العالی۔ میں تو پہلے ہی ادائے شکریہ میں قاصر تھا۔ اب تو شکریہ مجذوب ہو گیا۔ اس پر حسن قبول تو سبحان اللہ! وہ نعمت ہے کہ اس کا صلہ آپ کے جد کی بارگاہ سے عطا ہو۔

آب حیات[1] کے باب میں جو کچھ فرمایا ہے فقط قدر افزائی ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ آپ کے عنایت نامے اور آپ کے بھائی[2] صاحب کے مرحمت نامے کے مضامین تقریباً متحد تھے۔ اس لئے دو دو جگہ لکھنا فضول سمجھ کر اُن کے لئے لکھتا ہوں۔ اور آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ آپ ملاحظہ فرما کر اُدھر بھیج دیجئے گا۔ جو کچھ حال سُنا ہیں نے صاف صاف لکھ دیا ہے۔

آزاد از لاہور
۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸۸۲ء
(مکتوبات آزاد)

۱۴۔ فصیح الملک نواب داغؔ دہلوی کے خطوط

پیدائش دہلی سنہ ۱۸۳۱ء — وفات سنہ ۱۹۰۵ء

فصیح الملک نواب مرزا خاں صاحب داغ دہلوی اپنی سحر بیانی و جادو نگاری کے باعث ملک میں غیر معمولی شہرت رکھتے ہیں۔ نظم کی طرح خطوط میں بھی رنگینی و شوخی ہے۔ م۔ پ

(۱) بنام جناب نواب بہادر حسین خاں صاحب انجم نیپالپوری

جناب خاں صاحب عنایت و کرم فرما مجمع محسن فراواں مصدر منت

---

[1] مولانا کی وہ شہرہ آفاق اُردو تصنیف ہے جس میں اردو زبان کی تاریخ و اردو شعرا کا تذکرہ ہے۔ م۔ پ
[2] جناب عماد الملک نواب سید حسن صاحب بلگرامی جو نظام دکن کے اتالیق تھے۔ م۔ پ

واحسان بہادر حسین خاں صاحب دام عنایتہٗ بعد سلام مسنون واضح ہو کہ میں بخیر و عافیت وارد پٹنہ عظیم آباد ہوا۔ محلہ گرہٹہ مکان سید باقر صاحب میں مقیم ہوں۔ چار روز ہوئے کہ وہ کلکتہ روانہ ہو گئے۔ سید قطب الدین کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا نہایت خراب، گرمی کی نہایت شدت، اہل عظیم آباد نے میری اس قدر خاطر و عزت کی ہے جس کی حد نہیں، کلکتہ نہیں جانے دیتے۔ میری طبیعت علیل ہو گئی ہے، اب بھی علیل ہے۔ سرکار میں خط بھیجا ہے۔ ان کے جواب کا منتظر ہوں۔ منشی شیخ بہادر نے جو اپنے اخبار میں دیوان کے آنے کی کیفیت لکھی ہے اُس کی نقل جلد بھیجوا دو پہنچنے کی جلد کیفیت لکھو۔ اپنی خیریت سے آپ جلد آگاہ کریں سب دوستوں کو سلام پہونچے۔

راقم نواب مرزا داغ دہلوی

۷ مئی ۱۸۶۲ء

(مرقع ادب حصہ اول)

(۲) بنام جناب حافظ سید علی احسن صاحب احسن مارہروی اردو لیکچرر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

میر صاحب ناصر ربان سلمہ اللہ الرحمٰن۔

رمضان، شوال، ذی القعدہ، ذی الحجہ سب تمام اور وعدہ تشریف آوری ناتمام۔ اس محبت کو دونوں ہاتھوں سے سلام۔

طرفہ تر یہ کہ خطوں کے جواب بھی نہیں بھیجے۔ جاجم جو امانت ہے اس کی بابت جو خط لکھا جواب نہ پایا۔ خدا خیر کرے۔ یہ مجھکو یقین ہے کہ شریف آدمی جھوٹ نہیں بولتے بلکہ یہ بات بطور مثل کے مشہور ہے۔ خدا جانے وعدہ کرکے کیا مواقع پیش آئے۔ تمہارے چچا صاحب کا خط مدت ہوئی آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ وہ جلد آنے والے ہیں یعنی آپ۔ پھر صدائے برنخاست۔ فصیح اللغات نہ خود چھپواتے ہو نہ اوروں کو اجازت دیتے ہو۔ یہ بھی لکھا تھا کہ بلا تامل چلے آؤ خدا کو اگر منظور ہے تو کام چلے گا۔ پھر بھی جواب نہ آیا۔ نالش کرائی۔ مطعون ہونا لوگوں میں اپنا اعتبار کھونا یہ بری بات ہے کہ نہیں؟ اس کا جواب باصواب دو اور بچوں کی خیریت محل کی صحت سے اطلاع دو کہ رفع تردد ہو۔ فقط۔ سب کی طرف سے بعد یاد آوری سلام پہنچے۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۶ محرم ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ء) از حیدرآباد دکن ترپ بازار

(تاریخ نثر اردو)

۱۵۔ مکاتیب جناب حضرت امیر مینائی صاحب

پیدائش لکھنؤ ۱۸۲۹ء . وفات حیدرآباد دکن ۱۹۰۰ء

جناب منشی مفتی امیر احمد صاحب المعروف بہ امیر مینائی صاحب لکھنوی ادبی دنیا میں ایک بحر ناپیدا کنار تھے۔ ان کی تمام تحریروں کے فقرے فقرے اور لفظ لفظ سے ان کے حالات۔ خیالات، ذکاوت اور طبیعت کا پتہ چلتا ہے۔ م۔ ب

(۱) فصیح الملک نواب مرزا خاں صاحب داغ دہلوی کے نام

میرے پرانے یار پرانے غمگسار حضرت داغ سلامت۔

خدا روز بروز آپ کے اعزاز کو بڑھائے اور اس فن کو چمکائے۔ ملک کو آپ کی قدر ہو یا نہ ہو۔ میری نظر میں تو جس قدر ہے آپ کا دل بخوبی جانتا ہوگا۔ آپ حاسدین کوتہ اندیش کا کچھ خیال نہ کریں۔ ارباب کمال خصوصاً وہ جن سے زمانہ موافقت کرتا ہے ہمیشہ محسود ہوا کرتے ہیں۔ محسود ہونا سرمایۂ ناز و فخر ہے۔ خدا حاسد ہونے سے محفوظ رکھے۔[۱]

یاد آوری کا منت پذیر۔ امیر فقیر

۲۶ر جولائی ۱۸۹۴ء

(مکاتیب امیر مینائی)

(۲) جناب قاضی عبدالجمیل صاحب رئیس بریلی کے نام

مکرم و محترم مجمع الطاف اتم دام بالمجد والکرم۔ تسلیم و نیاز پذیرا ہو۔ نورچشم محمد احمد سلمہ ربہ کے بچے کی آنکھ میں مدت سے کچھ ایسی خرابی ہے کہ باوجود متواتر علاج کے صحت نہیں ہوتی۔ فی الحال یہاں کے ایک ہندوستانی ڈاکٹر نے تجویز کیا ہے کہ گوشۂ چشم کے قریب کا

---

[۱] جناب منشی صاحب حضرت داغ کے رقیب تھے۔ بعض حضرات نے حضرت داغ کے کلام پر کچھ اعتراضات کئے تھے۔ اسی بنا پر منشی صاحب نے یہ خط لکھا تھا۔ مرتب

ایک سوراخ بند ہوگیا ہے جس سے رطوبات دماغ کی طرف نکلتے ہیں اور بغیر سلائی ڈالے ہوئے کھل نہیں سکتا۔ چونکہ ڈاکٹر موصوف کی تشخیص پر اطمینان کلی نہیں ہے۔ لہٰذا ان کی رائے پر عمل کرنے کی مبادرت نہیں ہوسکتی بلکہ بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی اعلیٰ قسم کے ڈاکٹر کو دکھلا کر ان کی رائے لی جائے۔ لہٰذا مکلف خدمت عالی ہوں کہ اس امر سے مطلع فرمائیے کہ دہلی میں آنکھ کے علاج کرنے والے کوئی صاحب عمدہ لیاقت اور صداقت کے موجود ہیں یا نہیں اور آپ سے اُن سے اس قدر رسم بھی ہے کہ میں ایک روز کے واسطے اُس بچے کو بھیج دوں اور وہ تشخیص کر دیں۔ بعد تشخیص ہونے کے پھر ممکن ہے کہ تعمیل کی جائے۔

امیر احمد امیر مینائی
۱۷ شوال ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۸ء)
(مکاتیب امیر مینائی)

(۳) جناب حضرت بشیر صاحب ملیح آبادی کے نام

حبیبی لبیبی۔ اِدھر امسال آم بہت کم ہیں اور مجھے حسب مراسم قدیم بعض عالی مرتبہ روسا کو ہدیتہً بھیجنا ہوتا ہے چنانچہ ان آموں کو بہت مغتنم سمجھ کر ایک جگہ روانہ کر دیا۔ اب آپ سے یہ بات دریافت کرنا ہے کہ عمدہ لنگڑا آپ کے باغوں میں سے کچھ مل سکتا ہے یا نہیں؟

یا اور باغوں میں بقیمت کس نرخ سے خرید ہو سکتا ہے۔ اپنے کھانے کو اور ہدیہ کرنے کو مطلوب ہے۔ خدا کرے یہ خط آپ کو خوش دلی اور اطمینان کی حالت میں ملے اور جواب باصواب مفصل جلد آئے۔

امیر فقیر

(مرقع ادب حصہ اول)

(۴) ایضاً

ریاست رام پور ۲۴ رجون ۱۸۹۲ء

سعید رشید سرید سلمکم اللہ الصمد۔ سلام مسنون۔ اخلاص و دعا مشحون محبت نامہ آیا۔ مسرور کیا۔ آپ کے والد ماجد کے طبع ہمایوں کی ناسازی سے ملال اور صحت سے خوشی ہوئی۔ میری طرف سے بھی بعد سلام مزاج پرسی کرکے مبارک باد صحت دیجئے۔ غزل دیکھی زمین کے سست ہونے سے اکثر شعر سست ہیں۔ جو شعر میرے نزدیک رکھ لینے کے ہیں ان پر صاد ہیں۔ بریں مذکر ہے۔

آموں کی فصل آگئی اور آپ کی مستعدی ہدیہ کرنے کی نسبت اس تحریر سے معلوم بھی ہوئی۔ میں ہدیہ بھیجنے سے پیشتر شکر گزاری کرتا ہوں مگر بہ نظر بے تکلفی آپ کی غزل دیکھتے دیکھتے یہ شعر زباں پر آگیا ہے ؎

آم وہ بھیجئے کہ ہوں کمیاب
ورنہ امسال ادھر بھی کثرت ہے

مجھے خیال آتا ہے کہ پارسال آم اچھے نہیں پہونچے یہ تو کیونکر کہوں کہ وہ قسمیں اچھی نہ ہوں گی یہی شبہ ہوتا ہے کہ احتیاط و اہتمام کی کمی سے راہ میں بگڑ گئے ہوں گے۔ چنانچہ میں نے آپ کو آم بھیجنے کے بعد مفصل لکھا بھی تھا۔ اب کی بار اگر تکلیف کیجئے تو بہت ہی عمدہ قسم کے آم جن پر چٹھیاں ایسی چپکی ہوں کہ چھوٹ نہ جائیں بھیجئے اور بھیجنے میں ایسی احتیاط ضرور کی جائے کہ بے مزہ ہو کر نہ پہونچیں اور اگر یہ جانئے کہ یہ سب اہتمام دشوار ہیں تو بھیجئے ہی نہیں۔ اس لئے کہ مفت میں آپ کو تکلیف اور مفت کا نقصان ہو۔ اس سے کیا حاصل۔ چونکہ تکلف کا قدم درمیان نہیں ہے اس لئے یہ امور لکھے گئے۔ طبع نازک پر گراں نہ گزرے۔ میری طبیعت کا حال ویسے ہی ہے۔ بہ نسبت جاڑوں کے گرمیوں میں کسی قدر لازمی امراض میں افاقہ ضرور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ہے۔

امیر احمد عفی عنہ

(مرقع ادب حصہ اوّل)

(۵) ایضاً

رام پور ۸ مارچ ۱۸۹۷ء

محبی۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ نامہ سعادت نے پہنچ کر ممنون و مسرور کیا خداوند تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت

کے ساتھ رکھے۔ اور جملہ مکروہات سے مرتفع فرمائے۔

کسر بفتحتین اُردو ہے اور اسی طرح مستعمل ہے جس طرح داغ نے کہا ہے۔ ایک انچ کی کسر رہ گئی۔ تھوڑی سی کسر باقی ہے بے تکلف زبان ہے۔ اور کسر بفتح اول وسکون ثانی عربی ہے۔ جو بمعنی شکستن ہے۔ جیسے کسر شان۔ کسر نفس۔ وہ اس جگہ مستعمل نہیں جس جگہ سے بحث کی گئی ہے۔ اور نہ اس کے معنی یہاں چسپاں ہوتے ہیں بہرکیف کسر اپنے مقام پر صحیح اور بول چال میں داخل ہے۔ اس زمانے میں میرا ارادہ براہ لکھنؤ وکانپور سفر کا ہے اگر خداوند تعالیٰ نے ارادہ پورا کیا تو چاہتا ہوں کہ ملیح آباد کے اسٹیشن پر یا لکھنؤ میں آپ کے دیدار فرحت آثار سے بھی مسرور ہوں۔ تاریخ روانگی متعین ہو جانے پر آپ کو مطلع کروں گا۔ جلیل تسلیم گزار ہیں۔

امیر فقیر

(مرقع ادب حصہ اوّل)

(٦) خان بہادر جناب احمد حسین خاں صاحب مذاق تعلقہ دار پریانواں ضلع پرتاب گڑھ کے نام

۱۵ دسمبر ۱۸۹۹ء

کریم الاخلاق پیارے مذاق اعلی اللہ شانکم سلام مسنون دعا مشحون۔ بحمد اللہ یہاں خیریت ہے اور آپ کی عافیت مطلوب۔

قبل اس کے آپ نے لکھا تھا کہ خان بہادر سید اکبر حسین صاحب کے
تشریف لے جانے کے بعد مفصل خط لکھوں گا حسب تحریر مجھے تحریر مفصل کا انتظار
رہا۔ چونکہ طبیعت آپ کی طبع گرامی کی طرف مصروف ہے اس لیے مکلف
ہوں کہ مژدۂ صحاح مزاج سے مسرور اور مطمئن کیجیے۔ میری حالت بدستور
ہے اور پریشانیاں موفور۔ دعائے عافیات و ترقیات میں مشغول ہوں۔
اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور عمر و اقبال میں برکت دے۔ والسلام۔

امیر فقیر

(مرقع ادب حصہ اول)

(۷) جناب حکیم عابد علی صاحب کوثر خیرآبادی کے نام

۲۵۔ ستمبر ۱۸۹۲ء

حکیم صاحب عجیب کیفیت میں ہوں کہ دن رات میں کسی وقت
آرام نہیں، نہ آنکھیں کام دیتی ہیں نہ ہاتھ قابو میں ہیں۔ سوادِ خط سے
آپ پہچان لیجیے کہ رعشہ خط کو خراب کر رہا ہے۔ فرصت ایسی مفقود ہے
کہ رات کے ۱۱ بجے تک جان نہیں چھوٹتی۔ لغت[۱] نے مجھے مار ڈالا۔
خیر خدا خاتمہ بخیر کرے۔ عرق بادیان اور عرق مکوہ کا دس تولے پینا
ہی مجھے سخت دشوار ہے مگر دونوں عرق کھچوالوں تو چند سے جبر کر کے
پیوں۔ بہرکیف آپ کا احسان مند ہوں۔ یہ فرمایئے کہ حجر الیہود خالص کا سفو

[۱] مراد "امیر اللغات" نامی تصنیف جو مصنف (کاتب) کی وفات کے باعث مکمل نہ ہو سکی۔ مولف

ہے یا مرکب ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ غزل میں جلدی جلدی ضروری تصرف کرکے چند شعر پیام یار[1] کو بھیج دیتا ہوں۔ امیر فقیر

(مکاتیب امیرمینائی)

(۲) بنام جناب حافظ سید عبدالجلیل صاحب بارہروی

مکرما! گھایل کو قدما میں اکثر شعرا نے بفتح یا موزوں کیا ہے۔ شاہ ظفر دہلوی نے انھیں کی تقلید کی، مگر متوسط طبقہ شعرا نے بکسر یا موزوں کیا۔ البتہ اس طبقہ میں بحر مرحوم[2] نے بفتح یا کہا ہے۔ اور مجھ سے بالمشافہ یہ ذکر کیا کہ وزن سے لوگوں کو دھوکا ہو گیا ہے، درحقیقت ہندی لفظ ہے بفتح یا۔ اس صحبت میں اسیر مرحوم[3] بھی موجود تھے۔ ان کے نزدیک بکسر یا ہی رہا۔ اور انھوں نے فرمایا کہ طبقہ متوسطین میں جمہور شعرا نے بکسر یا کہا ہے۔ تقلید انھیں کی مناسب ہے اور خود وہ ان کے اتباع سے ایں بھی بکسر ہی استعمال کرنا بہتر اور راجح سمجھتا ہوں۔ مگر چونکہ بسمل ان معنوں میں شعرا کو مل گیا ہے تو اس کا استعمال کم تر ہے ہاں جہاں کہیں مطلع میں بسمل کا قافیہ آ گیا ہے اور ضرورت پڑی ہے کہ دوسرا قافیہ بھی انھیں معنوں میں ہو تو گھائل کہا ہے۔ اشعار سند کے

---

[1] یہ ایک منظوم ماہواری رسالہ تھا جو لکھنؤ سے منشی نثار حسین صاحب کی زیر اڈیٹری شایع ہوتا تھا۔ م۔ پ [2] شیخ امداد علی المتوفی ۱۸۸۲ء م۔ پ [3] سید مظفر علی خان المتوفی ۱۸۹۰ء م۔ پ

اس وقت یاد نہیں اور میں عازم سفر ہوں لہذا تفحص و تجسّس نہیں کرسکتا۔
امیر فقیر عفی عنہ بقلم لیاقت حسین
یکم رجب ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۷ء)
(تاریخ نثر اردو)

۱۶۔ جناب حضرت شوق قدوائی کا خط

مولد جگور ضلع لکھنؤ ۱۸۵۲ء　　　　مدفن گونڈہ ۱۹۲۵ء

سحر البیان جناب شیخ احمد علی صاحب شوق قدوائی اگرچہ بحیثیت شاعر زیادہ مشہور ہیں مگر آپ ایک عدیم المثال اہل قلم تھے۔ آپ کا تبحّر مسلمہ تھا۔ م۔ چ

بنام جناب حافظ سید علی احسن صاحب احسن مارہروی اُردو لیکچرر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

مکرمی!

سلام شوق۔ غزلیں مجھے پہنچیں۔ شکریہ ادا کرتا ہوں دل سے اور بہت بہت۔ ذوالفقار علی خاں صاحب سے مجھے ایسا نیاز حاصل ہے کہ تکلف کی ضرورت نہیں رہی۔ کیا اچھی طبیعت ہے مگر افسوس ہے کہ اب وہ سخن سنجی کو بالکل چھوڑے ہوئے ہیں۔ اُبھارے بھی نہیں اُبھرتے۔ خدا کرے آپ تشریف لائیں اور جلد تشریف لائیں قصد کو مصمم فرمادیجئے۔ میں بالقصد ترمیم و تنسیخ سے متفق ہی نہیں ہوں۔ اُردو کی الف بے

میں ث۔ س۔ ص۔ ہ سب ہیں اگر یہ حروف نکال دئے جائیں تو ترمیم ہو سکتی ہے۔ مگر ممکن نہیں ہے اگر بہ قول آپ کے س سے مثل کو لوگ کثرت سے لکھ رہے ہیں تو آپ سین سے لکھئے بہ شرطے کہ کثرت مان لی جائے۔ میں نے عدالتوں میں اب تک سوا ث کے نہیں دیکھا ہے۔ حالانکہ مجھے خود عدالتوں سے مدتوں کام رہا ہے اگر کلیجا، جھگڑا۔ گڈھ کی کتابت ہ سے ہے یعنی کلیجہ اور جھگڑہ عام ہے تو کیا ہرج ہے۔ جھگڑا تو بکثرت الف ہی سے لکھا جاتا ہے مگر کلیجہ لوگ ضرور ہ سے لکھتے ہیں۔ یوں ہی سہی۔ اُردو میں ہ بھی ہے اور الف بھی۔ جب الف سے اتنی کثرت ہو جائے گی تو خود ہی لوگ ہ کو چھوڑ دیں گے تو ویسے ہی سہی۔ آج ہم الف سے لکھیں تو لکھیں، کوئی ہ سے لکھے تو ہم کو غلط کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے کہ دونوں طرح لوگ ضرور لکھ رہے ہیں۔ اہل فارسی نے اگر قفص کو بجائے صاد کے س سے لکھنا اختیار کیا تو ان کے حروف تہجی میں صاد تھا ہی نہیں مگر اردو کے لئے یہ دلیل نہیں ہو سکتی۔ اُردو میں عربی فارسی اور ہندی کے سب حروف داخل ہیں۔ پھر خواہی نخواہی حروف کے ردو بدل کی وجہ کیا ہے۔ عام استعمال کو میں کس دلیل سے بدلوں۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ دونوں جانب لکھنے والے موجود ہیں۔ دو حرفی شکل میں یہ تو اختیار ہے کہ ایک جانب جو مجھے پسند ہو اُس کو اختیار کرلوں، مگر یہ حق نہیں ہے کہ جو دوسری جانب ہو اُس کو میں غلط نویسی قرار دوں۔ آخر مسّل میں عیب ہی کیا ہے جو ہم مسل بنالیں، اور اگر سین

کی کثرت ہو جائے تو آپ ہی ث گم ہو جائے گی اگرچہ ابھی تک میں اس
دنیا میں مثل کا لفظ کثرت سے لکھا جاتا ہے ث ہی کی کثرت پاتا ہوں۔
اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ ہی عدالت کی زبان کا ہے۔ اگر اس سبب
سے کہ تلفظ کچھ ہے اور کتابت کچھ۔ اردو کی تحریر ناقص سمجھی جاتی ہے۔
جہاں بے شمار الفاظ تحریر کے خلاف بولے جاتے ہیں اور عربی بھی جس
میں الف ساکن اکثر آتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ میں مسل یا مثل اس کے
مروج الفاظ میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھتا۔ میں آپ کے متعلق کچھ
نہیں کہتا۔ صرف اپنی ذات کو کہتا ہوں۔ میرے پاس اساتذہ قدیم میں
سے کسی کا کوئی خط نہیں ہے۔ مجھ سے راہ و رسم نہ تھی اگرچہ شناسائی
تھی۔ منیر سے ملاقات بھی نہ تھی۔ استاد اشیر مرحوم سے خط و کتابت کی ضرورت
ہی نہیں آئی۔ ان کی زندگی میں ان کی حضوری ہی میں رہا۔

آپ کا خیر طلب احمد علی شوق قدوائی

رام پور ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۵ء

(تاریخ نثر اردو)

۱۷۔ پنڈت برج نرائن چکبست صاحب کا خط

پیدائش فیض آباد ۱۸۸۲ء وفات رائے بریلی ۱۹۲۶ء

پنڈت جی کو علم دوست اصحاب زیادہ تر بحیثیت ایک ممتاز شاعر جانتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ
ایک قابل قدر نثار بھی تھے اور جو خوبیاں ان کے منثور مضامین میں موجود ہیں وہی ان کے خطوں میں بھی ہیں۔ م۔ ج

بنام جناب لالہ سری رام صاحب ایم۔اے مصنف خمخانۂ جاوید

جناب والا تسلیم۔ آپ نیاز مند کے سوانحی حالات دریافت کرتے ہیں۔ حیران ہوں کہ کیا لکھوں۔ اول تو میں باضابطہ شاعر ہی نہیں ہوں۔ تخلص کا بھی گنہگار نہیں ہوں۔ چکبست میرا عرف ہے نہ کہ تخلص۔ سولہ سترہ برس سے شعر و سخن کا مذاق ضرور ہے لیکن ایک دیوان بھی تیار نہیں ہوا۔ ایسی حالت میں مجھے باضابطہ شاعروں کے زمرے میں داخل کرنا ہی بیکار ہے۔ مگر خیر مجموعہ میں تو میرا نام آ ہی گیا۔ اب آپ کو زندگی کے حالات کیا لکھوں۔ لکھنؤ وطن ہے۔ عمر تقریباً ۲۸ سال ہے۔ اپنے دوستوں کا دل بہلانے کو کبھی کبھی شعر کہہ لیتا ہوں۔ پرانے رنگ کی شاعری یعنی غزل گوئی سے ناآشنا ہوں لیکن اسی کے ساتھ میرا عقیدہ یہ ہے کہ محض نئے خیالات کو توڑ مروڑ کر نظم کر دینا شاعری نہیں ہے۔ میرے خیال کے مطابق خیالات کی تازگی کے ساتھ زبان میں شاعرانہ لطافت اور الفاظ میں تاثیر کا جوہر ہونا ضروری ہے۔ لیکن میں پھر آپ کو لکھتا ہوں کہ میں قدردان سخن ہوں، سخنور نہیں ہوں، جس کا نام شاعری ہے وہ اور چیز ہے جو بہر حال مجھے نصیب نہیں۔

(خمخانۂ جاوید جلد دوم)

۱۸۔ خان بہادر جناب شاد عظیم آبادی کے خطوط

ولادت جنوری ۱۸۴۶ء **وفات** جنوری ۱۹۲۷ء

خان بہادر جناب سید محمد علی صاحب شاد عظیم آبادی اردو نظم و نثر دونوں اعلیٰ درجہ کی لکھتے تھے۔ ان کا خاص جوہر سادہ پن ہے جو کہ خطوط سے مظہر ہے۔ ان کا وطن مالوف پٹنہ ہے بہار

(۱) بنام جناب نواب بہادر حسین خاں صاحب انجم نیشاپوری

مخدوما محترما دامت معالیکم۔ تسلیم بصد شوق۔ آپ کا گرامی نامہ ایک ہفتہ ہوا کہ میں نے پایا، شکر گذار احسان ہوں۔

میرا ایک ہی لڑکا ہے۔ سات لڑکے پیدا ہو کر ایام شیر خوارگی میں یکے بادیگرے چل بسے۔ یہ آٹھواں ہے۔ ایک دن کا تھا ماں ہی رحلت کی جب سے ایک لمحہ کے لئے بھی میں نے اس کو ساتھ سے جدا نہ کیا۔ خلقت و قوی حد سے زیادہ کمزور اور دائم المرض اور وہمی مزاج ہے۔ بغیر استخارہ کے قدم نہیں اٹھاتا۔ اب بفضل خدا بائیس برس کا ہوا جب سے پیدا ہوا آج تک میں آرام سے نہیں رہا۔ دو ہفتہ سے کھانسی و نزلہ کام میں مبتلا ہے۔ ڈاکٹر شب و روز پاس ہیں اب خدا کا فضل ہوتا چلا ہے اس سبب سے میں آپ کے عنایت نامہ کا جواب نہیں لکھ سکا صرف رسید لکھ رہا ہوں۔

میں نے دوسروں کی تاریخیں فقط اس نظر سے مانگیں تھیں کہ آیا یہ تاریخیں مشتمل بر تقریظ ہیں یا معمولی ہیں۔ میں نے اکثر تاریخیں حسب حال

نظم کی ہیں مثلاً جس واقعہ کی وہ تاریخ[1] ہے مختصراس کا حال واقعی ہی نظم کر دیا مگران قطعوں میں معمولی طریقہ ہے ایک مرتبہ میں کہہ رہا تھا کہ وور از حال لڑکا علیل ہو گیا۔ اُسی تردد میں پاپیادہ ڈاکٹر کے پاس چلا۔ اتفاق کہ رستے میں خلاف ربط جانے سے کتے نے کاٹ لیا یہ بھی علم نہیں کہ سگ دیوانہ تھا کہ نہیں۔ اس کا بھی تردد ہے خیر جو حکم قضا میں اسں پر رضامند ہوں۔ اب حقیقت حال بقول میرے یہ ہے۔ جو مرثیہ کے ایک بند میں میں نے عرض کیا ہے

پیری کی اک امید بندھی تھی وہ آچکی
موت آکے اپنی شکل بھیانک دکھا چکی
دندان دہن تو چشم بصارت گنوا چکی
طاقت مرے بدن سے ہمیشہ کو جا چکی
چپ ہو کہ ہوں گا زمزمہ پرواز حشر میں
سن لو کہ پھر سنو گے یہ آواز حشر میں

۲۷ر نومبر ۱۹۰۴ء سید علی محمد شاد
(مرقع ادب حصہ اول)

---

[1] تاریخ سے مراد وہ اشعار ہیں جن میں کسی ولادت، وفات، نکاح، تخت نشینی، فتح، تعمیر، تصنیف تالیف یا کسی دوسرے واقعہ کے ذکر کے ساتھ اس کا سنہ بتایا جاتا ہے۔ یہ اکثر بیت، رباعی یا قطعہ کی صورت میں کہی جاتی ہے۔ م۔پ

(۲) بنام جناب مولانا حکیم سید عبدالحئی صاحب مصنف گل رعنا و ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ

مخدومنا و مطاعنا! تسلیم۔ اختلاج قلب کے سبب ان دنوں لکھنے پڑھنے سے بھاگتا ہوں، اور اگر ایسے موقع میں کچھ لکھتا بھی ہوں تو غلطیوں کے علاوہ عبارت کا ربط تک نہیں رہتا باایں ہمہ جو کچھ جس طرح مجھ سے ممکن ہے یاد کر کے لکھ لکھ کر آپ کو بھیجتا رہوں گا۔ اگر درستی مزاج کا انتظار کروں تو بہت طوالت ہوگی۔ یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ جس قدر میں نے لکھا ہے سب کو آپ داخل کتاب[1] فرمائیں جہاں تک مناسب ہو منتخب فرمالیجئے۔

پچاس برس تک انواع نظم و نثر لکھ کر جمع کرتا رہا اب ایک اتنا بڑا دفتر ہو گیا ہے کہ دیکھ کر غم خفگی کرتا ہے۔ کاش مختصر ہی تصنیفیں کرتا تا کہ اس کو حسب دلخواہ ترتیب دے سکتا۔ اس اجڑے شہر میں کاتب تک میسر نہیں ہے کہ جن چیزوں کی ترتیب وہ صاف کرتا جائے۔ افسوس۔

خاکسار
سید علی محمد شاد از پٹنہ
۲۳ر اکتوبر ۱۹۱۲ء

---

[1] مکتوب الیہ نے 'گل رعنا' کے نام سے شعرائے اردو کا ایک تذکرہ لکھا ہے۔ چنانچہ اسی کتاب کی جانب کاتب کا اشارہ معلوم ہوتا ہے مگر نہ معلوم کس وجہ سے اس میں کاتب موصوف کا تذکرہ مندرج نہیں۔ م۔پ

مکرر عرض ہے۔
اس نیاز نامہ کی رسید تو ضرور تحریر فرمایئے بالفرض اس کے بعد اگر میرے خط کے پہنچنے میں دیر ہو جائے تو محض اس کم بخت عارضہ کے سبب سے دیر ہوگی۔ آپ میری کوتاہ رقمی عمداً نہ سمجھئے گا۔
کتاب فہرست کتاب خانہ خدابخش خاں[1] مرحوم مجلد و ضخیم ہے میں بھیج سکتا ہوں مگر میرے خیال میں خرچ زیادہ ہوگا گو کہ ریلوے پارسل بھی ہو۔

(غیر مطبوعہ)

۱۹۔ جناب مولوی اے۔ یوسف علی صاحب آئی۔ ای۔ ایس کا خط

جناب مولوی عبداللہ یوسف علی صاحب آئی۔ ای۔ ایس۔ کا مولد شہر سورت ۱۸۷۲ء ہے آپ مختلف زبانوں میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں اور ان مایہ ناز ہستیوں میں ہیں جو اردو علم و ادب کو ایک ممتاز حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ م۔ پ

بنام جناب اڈیٹر صاحب زمانہ کان پور کے نام

جناب اڈیٹر صاحب زمانہ!
تسلیم۔ میں دیکھتا ہوں کہ اردو اخبارات ہوائی لڑائیوں کے واقعات کا ترجمہ کرتے وقت دو قسم کی رائج الوقت مشینوں کے ناموں میں کوئی فرق پیدا نہیں کرتے حالانکہ وہ ہر لحاظ سے ایک

---

[1] خدابخش لائبریری پٹنہ سے مراد ہے۔ م۔ پ

دوسرے سے مختلف ہیں۔اس میں سے ایک ایرشپ ہے اور اس کا ترجمہ صحیح طور پر ہوائی جہاز سے کیا جاتا ہے۔یہ بیلون (غبارہ) کے اصول پر بنایا گیا ہے مگر اس کی تعمیر میں جدید ترین اختراعات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔جب اس میں ہوائی کلیں استعمال کی جاتی ہیں تو اس وقت اس کی نمایاں صنعت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہوا سے ہلکا معلوم ہوتا ہے اور ہوا میں بعینہ اس سے اڑتا ہے جس طرح سے کہ جہاز پانی میں تیرتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جسے انگریزی میں ایروپلین کہتے ہیں۔ یہ بالکل مختلف اصول پر تعمیر کیا گیا ہے اور اس لئے اردو میں اس کا نام ہوائی جہاز نہیں رکھنا چاہیئے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر آخر اردو میں اس کے لئے کون سا مترادف ہونا چاہیئے جو نہ صرف آسانی سے ادا کیا جا سکتا ہو بلکہ اصلیت کو بھی ظاہر کرنے والا ہو۔اس کے لئے میں ہوائی کل کا لفظ پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی میں خوش ہوں گا اگر آپ کے نامہ نگار اس کے لئے کوئی مناسب لفظ پیش کریں گے۔ہم سب جنھیں اردو زبان سے محبت ہے یہ دیکھے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اردو میں جو الفاظ بھی استعمال کئے جائیں وہ صحیح ہوں۔

راقم اے یوسف علی

ویل میل لندن

(زمانہ ستمبر [illegible])

۴۰۔ جناب منشی پریم چند صاحب کا خط

ہندوستان کے بے نظیر افسانہ نویس جناب منشی پریم چند صاحب کا اصلی نام دھنپت رائے اور مولد بنارس ۱۸۸۰ء ہے۔ آپ کے قصوں میں فطرت کا دلچسپ مطالعہ اور نازک ترین جذبات و احساسات کا بیان ہوتا ہے چنانچہ یہی باتیں مکتوب میں بھی ہیں۔

۱۹۲۳ء میں جناب اڈیٹر صاحب "زمانہ" کانپور کو ایک خورد سال بچے کی موت کا غم اٹھانا پڑا تھا۔ اس دل شکن حادثہ کی خبر پڑھ کر جناب منشی صاحب نے یہ تعزیتی خط لکھا تھا۔ اس کا مطالعہ اُن حضرات کے لئے یقیناً مفید ثابت ہوگا جن کو دنیاوی نشیب و فراز سے سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ م۔ پ

جناب اڈیٹر صاحب زمانہ کانپور کے نام

آشا بھون۔ بنارس

۲۳ راپریل ۱۹۲۳ء

بھائی جان! تسلیم۔ کل صبح ایک خط لکھا۔ شام کو آپ کا کارڈ ملا۔ پڑھ کر نہایت صدمہ ہوا۔ بیماریاں اور پریشانیاں تو زندگی کا خلاصہ ہیں، لیکن بچے کی حسرت ناک موت ایک دل شکن حادثہ ہے اور اُسے برداشت کرنے کا اگر کوئی طریقہ ہے تو یہی کہ دنیا کو ایک تماشا گاہ یا کھیل کا میدان سمجھ لیا جائے۔ کھیل کے میدان میں وہی شخص تعریف کا مستحق ہوتا ہے جو جیت سے پھولتا نہیں، ہارے روتا نہیں۔ جیتے تب بھی کھیلتا ہے

ہارے تب بھی کھیلتا ہے۔ جیت کے بعد یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہاریں نہیں۔ ہار کے بعد جیت کی آرزو ہوتی ہے۔ ہم سب کے سب کھلاڑی ہیں مگر کھیلنا نہیں جانتے۔ ایک بازی جیتی۔ ایک گول جیتا تو ہپ ہپ ہرے کے نعروں سے آسمان گونج اٹھا۔ ٹوپیاں آسمان میں اُچھلنے لگیں، بھول گئے کہ یہ جیت دائمی فتح کی گارنٹی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ دوسری بازی ہار ہو۔ علی ہذا ہارے تو پست ہمتی پر کمر باندھ لی۔ روے، کسی کو دھکے دئے فاول کھیلا اور ایسے پست ہوگئے گویا پھر جیت کی صورت دیکھنی نہ نصیب ہوگی۔ ایسے اوچھے تنگ ظرف آدمی کو کھیل کے وسیع میدان میں کھڑے ہونے کا کوئی مجاز نہیں اس کے لئے گوشۂ تاریک ہے اور فکر شکم۔ بس یہی اس کی زندگی کی کائنات ہے۔ ہم کیوں خیال کریں کہ ہم سے تقدیر نے بے وفائی کی! خدا کا شکوہ کیوں کریں! کیوں اس خیال سے ملول ہوں کہ دنیا ہماری نعمتوں سے بھری تھالی کو ہمارے سامنے سے کھینچ لیتی ہے۔ کیوں اس فکر سے متوحش ہوں کہ قزاق ہمارے اوپر چھاپہ مارنے کی تاک میں ہے۔ زندگی کو اس نقطۂ نگاہ سے دیکھنا اپنے اطمینان قلب سے ہاتھ دھونا ہے۔ بات دونوں ایک ہی ہے۔ قزاق نے چھاپا مارا تو کیا؟ ہار میں گھر کی ساری دولت کو کھو بیٹھے تو کیا؟ فرق صرف یہ ہے کہ ایک جبر ہے دوسرا اختیار۔ قزاق زبردستی جان اور مال پر ہاتھ بڑھاتا ہے لیکن ہار زبردستی نہیں آتی۔ کھیل میں شریک ہوکر ہم خود ہار اور جیت کو بلاتے ہیں۔

قزاق کے ہاتھوں لوٹا جانا زندگی کا معمولی واقعہ نہیں، حادثہ ہے۔ لیکن
کھیل میں ہارنا اور جیتنا معمولی واقعے ہیں جو کھیل میں شریک ہوتا ہے
وہ خوب جانتا ہے کہ ہار اور جیت دونوں ہی سامنے آئیں گی۔ اس لیئے
اُسے ہار سے مایوسی نہیں ہوتی۔ جیت سے پھولا نہیں سماتا۔ ہمارا کام
تو صرف کھیلنا ہے۔ خوب دل لگا کر کھیلنا۔ خوب جی توڑ کر کھیلنا۔ اپنے
کو ہار سے اس طرح بچانا گویا ہم کونین کی دولت کھو بیٹھیں گے لیکن
ہارنے کے بعد۔ پٹخنی کھانے کے بعد گرد جھاڑ کر کھڑے ہو جانا چاہیئے
اور پھر خم ٹھونک کر حریف سے کہے کہ ایک بار اور ا
کھلاڑی بن کر آپ کو واقعی بڑا اطمینان ہوگا۔ میں خود نہیں
کہہ سکتا کہ میں اس معیار پر پورا اتروں گا یا نہیں مگر کم سے کم اب مجھے
کسی نقصان پر اتنا رنج نہ ہوگا جتنا آج سے چند سال قبل ہو سکتا تھا۔
میں اب شاید نہ کہوں گا کہ ہائے زندگی اکارت گئی۔ کچھ نہ کیا۔ زندگی
کھیلنے کے لیئے ملی تھی کھیلنے میں کوتاہی نہیں کی۔ آپ مجھ سے زیادہ
کھیلے ہیں۔ ہار اور جیت دونوں دیکھی ہیں۔ آپ جیسے کھلاڑی کے لئے
شکوۂ تقدیر کی ضرورت نہیں۔ کوئی گولف اور پولو کھیلتا ہے، کوئی
کبڈی کھیلتا ہے بات ایک ہی ہے۔ ہار اور جیت دونوں ہی میدانوں
میں ہیں۔ کبڈی کھیلنے والے کو جیت کی خوشی کچھ کم نہیں ہوتی۔
اس ہار کا غم نہ کیجیئے۔ آپ نے خود ہی نہ کیا ہوگا۔ آپ مجھ سے مشاق
ہیں۔ میں ۵ یا ۶ مئی تک کان پور آنے والا ہوں یہاں کی کوئی

چیز درکار ہو تو بے تکلّف لکھئے گا۔ دیگر حالات میرے پہلے خط سے معلوم ہوئے ہوں گے۔

آپکا

دھنپت رائے

(زمانہ دسمبر ۱۹۲۷ء)